فاصلہ ابھی تک ہے

(شعری مجموعہ)

عظیم ملک

فاصلہ....!

ابھی تک ہے

عظیمؔ ملک

دلبری اور دلربائی کے نئے انداز

ظفر گورکھپوری

بدلتے وقت نے ہمارے معاشرے کو ایک کھُلے ڈُلے معاشرے میں تبدیل کر دیا ہے۔ یہ معاشرہ اقدار کی گرفت سے بہت حد تک آزاد ہے۔ محبت ایک قدر کی حیثیت سے زندہ ہے لیکن اس کا مزاج اپنی دیرینہ روایات سے یکسر مختلف ہے۔ تیز رفتار زندگی میں نہ عاشق کے پاس اِتنا وقت ہے کہ وہ معشوقہ کی راہ میں آنکھیں بچھائے اور شدّتِ انتظار کا لطف اُٹھائے' نہ معشوقہ فراق اور محبت میں چھپ چھپ کر رونا پسند کرتی ہے۔

عظیم ملک کی شاعری عشق و محبت کے انہیں نت نئے اقدار اور مزاج سے عبارت ہے جہاں بے تکلفی کی فضا ہے۔ تعلقات اور رشتوں کے جدید آداب ہیں۔ دلبری اور دلربائی کے نئے انداز ہیں اور یہ وہ مقامات ہیں جہاں پہنچ کر عظیم ملک کی شاعری ایک کھلے ڈلے معاشرے کی جدید شاعری بن جاتی ہے جس میں جوان دلوں کی اپنی دھڑکنیں ہیں۔ تصورات اور رویت کی اس تبدیلی نے اُن کے یہاں ایک ایسی شعری زبان اور لفظیات کو جنم دیا ہے جو سادہ ہے' بے تکلف بھی ہے' جانی پہچانی ہے۔

عظیم ملک کی کتابوں کے ایسے عنوانات ''کہنا' میں نے یاد کیا ہے'' ''فاصلہ ابھی تک ہے'' یہ ظاہر کرتے ہیں کہ شاعر کے وجود میں کوئی ان کہی کہانی ہے جس میں محبت زندہ ہے' مَری نہیں ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ عظیم ملک کی شاعری اُس عہد میں محبت کی کہانی سنا رہی ہے جب نفرت' معاشرے پر اپنا سیاہ سایہ ڈالنے میں مصروف ہے۔

اب یہ کاروبار کریں
غیروں سے بھی پیار کریں

☆

مر جائے گا اپنی موت
دشمن پر کیوں وار کریں

☆

غم سے جب بھی آشنائی ہو گئی
یہ جو دنیا تھی، پرائی ہو گئی

اب دلوں کے درمیاں دیوار ہے
یہ خطا تو میرے بھائی ہو گئی

وقت کے حاکم کا ٹوٹے گا ستم
آج مجھ سے لب کشائی ہو گئی

سُن کے بھی وہ سُن نہ پایا مدّعا
مفت میری جگ ہنسائی ہو گئی

آنکھ سے پوچھا پتہ تیرا کبھی
دل کی جانب رہ نمائی ہو گئی

میں خدا کے گھر میں جا کے چھُپ گیا
موت کی پھر بھی رسائی ہو گئی

آئینے کے سامنے آیا جو میں
ہر گنہہ کی رونمائی ہو گئی

میں ہی بس تنہا کھڑا تھا اک طرف
دوسری جانب خدائی ہو گئی

☆☆☆

☆

خواب میں دیکھا اُسے، دل میں اُٹھی اِک آرزو
جب ہوا بیدار، میں نے اُس کو پایا چار سو

ڈھونڈنے جب بھی نکلتا ہوں میں اپنے آپ کو
مجھ کو میرے گرد آتا ہے نظر بس تو ہی تو

کہہ دو سورج سے چھپا لے منہ ذرا سی دیر کو
چند لمحے چاند سے کرنی ہے مجھ کو گفتگو

وہ سمت آیا مِرے پہلو میں آنکھیں موند کر
چوم سکتا ہوں میں اب ہونٹوں کو اسکے باوضو

کس طرح سمجھے کوئی نااہل اُس کے دل کی بات
آنکھوں آنکھوں میں ہی کرتا ہے وہ ساری گفتگو

دیکھتا ہوں بند آنکھوں سے تو ہوتا ہے گماں
مل گئی جنت اسی دنیا میں مجھ کو اللہ ہُو

مل گئی دولت مجھے سارے زمانے کی عظیمؔ
دے دیا اللہ نے سب کچھ مجھے، یعنی کہ تُو

☆☆☆

☆

سامنے اُس کے سر نگوں ہوگا
یہ پرستش نہیں جنوں ہوگا

جی میں آتا ہے خودکشی کرلوں
جان اُس کی ہے یہ تو خوں ہوگا

جو رہا عمر بھر خفا مجھ سے
مہرباں مجھ پہ آج کیوں ہوگا

میری یادوں کو دفن کر کے وہ
پہلے جیسا ہی پُرسکوں ہوگا

کہتے کہتے میں رُک گیا اکثر
اِس طرح ہوگا اور یوں ہوگا

ہم نے کھائے فریب اپنوں سے
یار سوچا نہ تھا کہ یوں ہوگا

موسموں کا مزاج ہے بہتر
اب سمندر بھی پُرسکوں ہوگا

جاؤ، جاکر عظیمؔ سے کہہ دو
ورنہ پھر حسرتوں کا خوں ہوگا

☆☆☆

☆

اُس کی ہر اک خوشی چُراؤں گا
تنکے تنکے سے گھر بناؤں گا

وہ اگر آ کے سامنے بیٹھے
میں محبت کے گیت گاؤں گا

مجھ کو محفوظ کرلو سوچوں میں
وقت ہوں، لوٹ کر نہ آؤں گا

وہ اگر جھوٹ موٹ ہاں کہہ دے
ناز اُس کے میں سب اُٹھاؤں گا

درد میرے نہ چھین لے قاتل
مسکرا کر میں غم چھپاؤں گا

اپنے احساس کو زباں دے کر
تیری دنیا سے لوٹ جاؤں گا

گھر میں تنہا ہے آج کل وہ عظیمؔ
خواب میں جا کے میں ستاؤں گا

☆☆☆

☆

وہ جب میرے گھر آیا ہے
اپنے غم لے کر آیا ہے

دعوت تھی ہدیٰ کی لیکن
شرکت کو ساگر آیا ہے

میرے در پہ ایک مسیحا
زخم نئے لے کر آیا ہے

تیری کون سنے گا پیارے
کان وہ سب کے بھر آیا ہے

پاؤں ٹھٹھک جاتے ہیں میرے
جب بھی اُس کا در آیا ہے

تیری وحشت میں دیوانا
جنت کو کھو کر آیا ہے

ثمر پیڑ کے پک گئے شاید
آنگن میں پتھر آیا ہے

آج عظیمؔ مَلک سے مل کر
جانے کیوں جی بھر آیا ہے

☆☆☆

کب تک خالی بیٹھیں ہم
مل کر ذکرِ یار کریں

☆

البم کھول کے دیکھیں اور
یادوں کو گلزار کریں

ایک ہی غزل کے یہ چند اشعار عظیم ملک کی شاعری کے بارے میں میرے خیالات کی بھرپور تصدیق کرتے ہیں۔ مجھے پوری امید ہے' عظیم ملک کے اشعار دلوں میں محبت کے غنچے کھلائیں گے اور اُن کے اس نئے مجموعے "فاصلہ ابھی تک ہے" کی اُردو دنیا میں خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

ظفرؔ گورکھپوری
ممبئی ۔ ۱۸؍ فروری ۲۰۰۷ء

☆

سرد ہوا یہ سندیسہ لے آئی ہے
اُس کے گھر بج رہی آج شہنائی ہے

ہو جائے گا آج وہ دشمن کا ہی سہی
کیسے میں کہہ دوں کہ وہ ہرجائی ہے

کبھی اکیلا نہیں رہا میں، ساتھ مرے
بھیڑ کبھی ہے اور کبھی تنہائی ہے

میں کہتا ہوں رُک جا' پر چلتا جائے
میرے دل سے میری چھڑی لڑائی ہے

اک کونے میں چھپ کر' پڑھ کر روؤں گا
پھر چٹھی اُس پردیسی کی آئی ہے

دعوت آئی ہے' جاؤں گا' جانوں ہوں
میرے قتل کی منصوبہ آرائی ہے

دنیا میں اُس کی شہرت کا باعث میں
میری ہی تنقید میں عمر گنوائی ہے

☆☆☆

☆

ان کے در پہ آنکھ بچھائے بیٹھے ہیں
بے مطلب کی آس لگائے بیٹھے ہیں

سارے عاشق سر کے بل اور دوزانو
گہری سوچ میں غوطہ کھائے بیٹھے ہیں

مت جا ان کے در دیوانے پنکھ پسار
وہ یادوں کی شمع جلائے بیٹھے ہیں

قربانی کا شوق اگر ہے بے شک جا
وہ خنجر پر دھار لگائے بیٹھے ہیں

اُن کی غزلیں، اُن کی نظمیں، چھوڑو یار
استادوں کے شعر چُرائے بیٹھے ہیں

کھیل شاعری کا اُن کے سنگ لاحاصل
وہ سر پر دیوان اُٹھائے بیٹھے ہیں

ناممکن ہے ہو پائے دیدار ان کا
وہ پلکوں کو آڑ بنائے بیٹھے ہیں

پیار کے رستے مت جانا اوٗ ملک عظیمؔ
رنج اور غم سب گھات لگائے بیٹھے ہیں

☆☆☆

☆

ہے میرے ذہن میں اور دل میں ایک حشر بپا
تصورات ہیں بکھرے خیال ہیں ریزہ

سفر میں راستہ کم ہو گیا یہی سوچا
ہر ایک موڑ پہ منزل ہے یہ گمان ہوا

حیات نے تو بڑی دور تک گھسیٹا تھا
میں میلوں پیچھے کھسکتا گیا جو آگے بڑھا

یہ آگ تم نے لگائی یقین ہے مجھ کو
جلا رقیب کا دامن دھواں چمن سے اُٹھا

یہ درد، دردِ محبت ہے چوم لے اِس کو
سکون مجھ کو ملے گا تو اِس کو اور بڑھا

زمین آسماں کی قربتیں خدا جانے
اُفق پہ دونوں کا ملنا نہیں کسی سے چھپا

کھسک گئے ہمیں گمراہ کرکے سب رہبر
یہ راہ جس طرف جائے عظیمؔ چلتا جا

☆☆☆

☆

دل کہے جو اُسے سنا تو کر
خود سے خود کو کبھی جدا تو کر

سُنتا رہتا ہے سب گلے شکوے
یار اپنی بھی کچھ کہا تو کر

اپنی یادوں کو بنا کر نشتر
پیار کے زخم کی دوا تو کر

دیتا رہتا ہے جھڑکیاں ہردم
بڑھ کے مجھ سے بھی کچھ لیا تو کر

تشنگی سے یہ ہونٹ جلتے ہیں
نرم ہونٹوں سے تُو ہوا تو کر

اک جھلک ہی دکھا کے جاتا ہے
خواب میں دو گھڑی رہا تو کر

مجھ پہ واجب ہے تیری دلجوئی
فرض دلبر کا تُو ادا تو کر

گاہے گاہے عظیمؔ سے مل کے
شعر کہنے کا فن دیا تو کر

☆☆☆

☆

کل صبح میری بات ہوئی عندلیب سے
اُس کو بھی ہیں شکایتیں اپنے حبیب سے

خنجر دکھائے کوئی کہے آ قریب آ
منظر بھی میرے خواب میں آئیں عجیب سے

تکتا رہا اندھیرے میں دیوار رات بھر
بس اک ذرا سی بات ہوئی تھی نقیب سے

احساس دے گیا مجھے میرے وجود کا
گزرا وہ اِتفاق سے جب بھی قریب سے

دے بیٹھ گیا دل و جگر اُس کے ہاتھ میں
ملوانے لے گیا تھا مجھے جو طبیب سے

وہ کاش میرے دل کے دریچے سے گزر جائے
دیکھوں کبھی تو اُس کو ذرا میں قریب سے

مرنے کی دعا خوب ہوئی، جی رہا ہوں میں
اب بددعا بھی مجھ کو لگے گی نصیب سے

پلکیں بچھا کے راہ میں بیٹھے رہے عظیمؔ
رستہ بدل کے جا ملا ظالم، رقیب سے

☆☆☆

عظیم ملک کی شاعری - تضاد سے توازن تک

(ایک اجمالی تاثر)

عبدالاحد ساز

عموماً یہ ہوتا ہے کہ ہم کسی شاعر کے کلام سے پہلے متعارف ہوتے ہیں اور اُس سے شخصی طور پر کچھ یا بہت بعد کو واقف ہو پاتے ہیں۔ اِس کے بر خلاف عظیم ملک کی شخصیت اور شاعری سے میری ملاقات بیک وقت ہی ہو گئی۔ یہ اُن کے پہلے شعری مجموعے "کہنا' میں نے یاد کیا ہے" کی ممبئی میں اجرائی تقریب اور مشاعرے کا موقع تھا۔ وہ مجھے خاصے بھلے بھلے سے خوش مزاج' متین و متوازن آدمی نظر آئے۔ لیکن مشاعرے میں جو کلام اُنہوں نے سنایا اور اُس کے فوراً بعد جب اُن کے مجموعے میں شامل نظموں غزلوں اور گیتوں کی ورق گردانی کی تو اُن کے مزاج کی شوخی و شگفتگی 'رومانیت اور عاشقانہ روی کے ابواب ہی زیادہ تر کھلے۔ یہ تضاد بھی خاصا پُر لطف معلوم ہوا' البتہ بعد کی ملاقاتوں میں اور نشستوں میں اُن کا کلام سنتے ہوئے' اس تضاد میں ہم آہنگی کی زیریں لہریں برابر اُبھرتی ہوئی معلوم ہوتی گئیں' یہاں تک کہ اب جو اُن کے دوسرے شعری مجموعے "فاصلہ ابھی تک ہے" کا مسودہ زیرِ نظر ہے' یہ ہم آہنگی باقاعدہ کلام کی سطح پر بھی نظر آ رہی ہے۔

آج کے تیز رو صنعتی دور کا ایک ڈائیلما یہ ہے کہ تضاد کا تواتر اور تجربات کا تنوع بسا اوقات شخصیت میں ایک توازن کی راہ نکال ہی لیتا ہے۔ عظیم ملک نے اپنی آنکھ اردو ماحول میں نہیں کھولی۔ اُن کے گھر اور گاؤں کے اطراف اُدھی بولی جاتی ہے۔ معاشی تقاضوں کے تحت سائنس کے شعبے سے تعلیم حاصل کی۔ اِنڈین آرڈیننس فیکٹری اور ہندوستان ایرَوناٹکس میں قریب ایک دہائی بھر ملازمت کی۔ معاشی و سماجی ضروریات کے گھنے برگد تلے اُن کے باطن میں پنپتے ہوئے شعری رُجحان کا پودا گھٹا گھٹا سا رہا۔ مگر پھر اپنے اندر کی ساری قوتِ تضاد کو بروئے کار لاتے ہوئے انھونے بہر حال لکھنؤ یونیورسٹی سے اُردو لٹریچر میں بی اے کی ڈگری حاصل کر ہی لی۔ ممتاز شاعر مرحوم قیصر الجعفری صاحب کی رہنمائی و سرپرستی نے اس پر مہمیز کا کام کیا ہے۔

اپنے ابتدائی کیریئر کے اس تضاد پر مستزاد اُن کا ممبئی آکر فلمی دنیا سے منسلک ہو جانا بھی ہے۔ فلمی دُنیا جو خواب نگر بھی ہے اور شہر نامُرساں بھی' آرٹ کا معمورہ بھی ہے اور جہاں کے بازار میں

☆

جو ظلم ڈھاتی رہی ہیں ہماری نسلوں پر
عذاب کیوں نہیں نازل اب ایسی قوموں پر

کیسے جھٹلاؤ گے اعمال حشر کے دن تم
فرشتے لکھتے ہی رہتے ہیں بیٹھے کاندھوں پر

کتابِ وقت سے ہم دھول جھاڑتے کیسے
غبار ماضی کے بکھرے ہوئے ہیں پنوں پر

جدا ہوئے تھے وہ کیسے شجر کی شاخوں سے
نشان اب بھی نمایاں ہیں سوکھے پتوں پر

وہ غم جو تم نے دئے تھے عزیز ہیں اِتنے
اُٹھائے پھرتے ہیں ہم اُن کو آج پلکوں پر

عظیمؔ اک ذرا سی ٹھیس لگی چیخ اُٹھے!
یہ وقت آتا ہے اِک روز اچھے اچھوں پر

☆☆☆

☆

ابھی ابھی تو گیا ہے کوئی سُلا کے مجھے
جگا نہ دینا محبت سے تم بُلا کے مجھے

چھپا کے پلکوں میں سویا ہوں انگنت موتی
اِنہیں نہ اشک بنا دینا تم رُلا کے مجھے

مرا وجود ہواؤں کی طرح ہے بے شک
مگر ثقیل، ذرا دیکھ تو اُٹھا کے مجھے

تری پسند کے میزان پر کھرا ہوں میں
کبھی تو دیکھ ذرا آئینہ ہٹا کے مجھے

وہ کون شخص تھا آیا کہاں سے، کیسا تھا
کہیں وہ تم تو نہیں تھے گئے رُلا کے مجھے

جسے میں جامِ محبت سمجھ کے پی بیٹھا
وہ زہر تھا جو گئے تم کبھی پلا کے مجھے

عظیمؔ سکہ ہے مٹی کا، کھرا سو فی صد
یقین کرلے کسی ہاٹ پر بھُنا کے مجھے

☆☆☆

☆

کیا پتہ جو آج ہیں وہ ہم نہ ہوتے
زندگی میں گر وہ زیر و بم نہ ہوتے

کیسے ملتے ہم محبت کے شِکھر پر
گر غموں کی وادیوں میں ژم نہ ہوتے

کرتے رہتے تم اگر وعدے وفا سب
ٹوٹے بکھرے یوں مرے موسم نہ ہوتے

بے حسی اور سرد مہری کی بدولت
خود ہی اپنے آپ میں گم ہم نہ ہوتے

معتبر ہوتے اگر میرے ہنر سب
میری زندہ لاش پہ ماتم نہ ہوتے

گر حقیقت میں نہ ہم کو دیکھتے تم
خواب کا حاصل تمہارے ہم نہ ہوتے

راہ میں گر ساتھ ہوتے تم ہمارے
ولولے اور حوصلے یوں کم نہ ہوتے

☆☆☆

☆

تو کہے گا جو وہی بن جاؤں گا
راہ میں پھر اجنبی بن جاؤں گا

گر ہوئے اپنے مراسم منجمد
ایک بیوہ زندگی بن جاؤں گا

بہتے بہتے آبشاروں میں کہیں
تیرے لب کی تشنگی بن جاؤں گا

پی کے بس اک گھونٹ تیری آنکھ سے
ہوش کھو کر بے خودی بن جاؤں گا

دے مجھے پھر ایک لمحہ پیار کا
میں محبت کی صدی بن جاؤں گا

تیری آنکھوں سے چُرا کر غم سبھی
میں ترے لب کی ہنسی بن جاؤں گا

مجھ پہ گر تو پھبتیاں کستا رہا
میں مکمل آدمی بن جاؤں گا

☆☆☆

☆

دل کر گیا منور روشن شباب اُس کا
کچھ اِس طرح سے سرکا سر سے حجاب اُس کا

رچ بس گیا ہے ایسے میرے خیال میں وہ
دل دیکھتا ہے اکثر دن میں بھی خواب اُس کا

ہونٹوں پہ اُس کے بہتا گنگ و جمن کا دھارا
چہرا چمک رہا ہے مثل آفتاب اُس کا

منزل بذاتِ خود آ چومے گی پاؤں اپنے
رہبر ہو اگر مجھ سا اِک لاجواب اُس کا

کب ہو گے پیار لائق پوچھا جو کبھی اُس سے
دانتوں سے ہونٹ کاٹے بس تھا جواب اُس کا

میں اپنی اُنگلیوں سے زلفیں سنوار دوں گر
اک اک نظر میں ہو گا پھر انتخاب اُس کا

میں جانتا تھا میری قسمت میں وہ نہیں ہے
پر دید میں رہا ہے ہر پل سراب اُس کا

☆☆☆

قدم قدم پر تاجرانہ ذہنیتوں، منافقتوں، خلافِ منشا مصالحتوں اور معززقسم کی جہالتوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔اس نگری میں سکونت نے عظیم ملک کو زندگی کے نشیب وفراز اور افراد کے ظاہر و باطن کے افتراق کی پیچیدہ واقفیتیں فراہم کیں اوراس کے نتیجے میں اُن کی شاعری کو تضادات کے درمیان قائم ہونے والا تحمل وتوازن بہم پہنچایا۔ چنانچہ جو قاری اُن کا پہلا مجموعہ ''کہنا' میں نے یاد کیاہے'' غور سے پڑھ چکے ہیں وہ زیرِ نظر شعری تصنیف ''فاصلہ ابھی تک ہے'' کو پڑھتے ہوئے محسوس کریں گے کہ اس میں پہلے والی کچی ہری تازگی اور نیلے گلابی رنگوں کے امتزاج کی جگہ زندگی کی تجربات کے سرمئی ملگجے پختہ رنگوں کا کولاج ہے۔اس تبدیلی نے اُن کے کلام میں ایک استقلال' استقرار پیدا کردیاہے۔ اظہار کے ٹھیراؤ کی سطح پر بھی اور زبان کے برتاؤ کے لحاظ سے بھی۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

بے شک ہے کہیں کھوٹ کوئی اپنی نظر میں
ہم ڈھونڈتے رہتے ہیں کمی سب کے ہنر میں

☆

میرے در پر ایک مسیحا ۔ زخم نئے لے کر آیا ہے

☆

نہ جانے عشق میں کچھ خاص کیاہے ۔ بھلی لگنے لگی ہے اپنی صورت

☆

ازل کی تشنگی سے سر پٹکتا دیکھ ساحل پر
وہ اپنی پیاس لے کرلوٹ آیا ہے سمندر سے

☆

نیا نگر ہے' لوگ نئے ہیں' ہے سارا ماحول نیا
الگ الگ ہراک سے مل کرالگ الگ پہچان کریں

☆

عبدالاحد سازؔ

ممبئی ۔ ۴راپریل ۲۰۰۷ء

☆

بے شک کہیں ہے کھوٹ کوئی اپنی نظر میں
ہم ڈھونڈتے رہتے ہیں کمی سب کے ہنر میں

منزل ہمیں ملی نہیں عمریں گزار دیں
میخانے سے بُت خانے کے گمراہ سفر میں

لوگوں نے بڑھ کے ہاتھوں سے تاروں کو چھو لیا
ہم دوری ناپتے رہے بیٹھے ہوئے گھر میں

یادوں کے فاصلے تو کبھی کم نہیں ہوئے
وعدوں کے جب سے جال بچھے راہ گزر میں

مٹی کا جسم، مٹی میں مل جائے گا جناب
مٹی کے گھر سے جانا ہے، مٹی کے ہی گھر میں

پھل تو لدے ہوئے ہیں محبت کے شجر پر
پہلے سا ذائقہ نہیں اب اِس کے ثمر میں

پرکھو! ملک عظیمؔ ذرا رہنماؤں کو
شاید کوئی بھٹکا ہوا مل جائے ڈگر میں

☆☆☆

☆

ڈھونڈتا ہوں جسے صدا بن کر
ہے مرے دل میں وہ خدا بن کر

ٹوٹے کچھ اس طرح ستم اُس کے
میرا سایہ بھی رو پڑا اکثر

خواب میں دیکھتا ہوں میں اُس کو
جب بھی سوتا ہوں میں دعا پڑھ کر

وہ لگا بار بار سینے سے
رو پڑا اور پھر ہنسا لگ کر

جب شباب اُس کا بن گیا شعلہ
حال بد سے ہوا مِرا بدتر

ایک تصویر آج تک نہ ملی
میں نے مانگا تھا بارہا رو کر

☆☆☆

☆

میری آنکھوں میں محبت دیکھ کے وہ رو پڑا
سوچ کے سارے پرانے سلسلے وہ رو پڑا

مجھ کو آیا دیکھنے' ٹوٹا ہوا' بکھرا ہوا
مسکراتا دیکھ مجھ کو پیار سے' وہ رو پڑا

رفتہ رفتہ چل کے آیا میرے دل کے روبرو
آئینے میں اِک حقیقت دیکھ کے وہ رو پڑا

آسمانی آفتوں کی جو اُڑاتا تھا ہنسی
سہہ نہ پایا وہ زمینی حادثے' وہ رو پڑا

یاد اُس کو آ رہے تھے سلسلے اپنے سبھی
اُن بکھرتے سلسلوں کی یاد سے وہ رو پڑا

سوچ کے آیا تھا کہنے کے لئے سب بے جھجک
ایک جملہ کہہ نہ پایا بے کہے وہ رو پڑا

جب مٹانے تشنگی آیا ہمارے گھر عظیمؔ
گہری آنکھوں میں سمندر دیکھ کے وہ رو پڑا

☆☆☆

☆

دین کو ہم عظیم کہتے ہیں
جب الف لام میم کہتے ہیں

وہ ہے جبار بھی قہار بھی ہے
پھر بھی ربِ کریم کہتے ہیں

رب نے چھیڑا کلام موسیٰ سے
اسلئے ہم کلیم کہتے ہیں

سب وہ مجذوب سارے دیوانے
لُو کو بادِ نسیم کہتے ہیں

مختصر کر دیا مجھے اِتنا
کچھ تو بس عین میم کہتے ہیں

ہیں شناسا جو کئی برسوں سے
پیار سے بس عظیم کہتے ہیں

میں خدا کا حقیر بندہ ہوں
لوگ مجھ کو عظیمؔ کہتے ہیں

☆☆☆

☆

فرقت کی لذتوں سے کبھی آشنا تو ہوں
مدت سے آرزو ہے کبھی ہم جدا تو ہوں

کیوں بازگشت بن کے دھنیں وادیوں میں سر
لوٹے نہ کبھی در سے ترے وہ صدا تو ہوں

گر دل میں ترے خود کو منانے کا شوق ہے
اک دوسرے سے پہلے ذرا ہم خفا تو ہوں

لہراتے پھریں یوں ہی نہ دل کے حصار میں
آجائے جو زبان تلک وہ دعا تو ہوں

کنویں کے مینڈکوں کی صدا کس نے سنی ہے
جو گونج اُٹھے شہر فلک مدعا تو ہوں

ہم رسم نو کی بات کریں شوق سے عظیم
اپنی روایتوں کا مگر سلسلہ تو ہوں

☆☆☆

Faasla Abhi Tak Hai

(Urdu Poetry)

AZEIM MALIK

ارتعاش

حامد اقبال صدیقی

نام سے اللہ کے کرتا ہوں آغازِ بیاں
جو بڑا ہی رحم والا ہے نہایت مہرباں

بات تھوڑی سی پُرانی ہے، حالانکہ لگتا ہے ابھی کل کی بات ہے۔ عظیم ملک صاحب سے پہلی ملاقات اُن کے اوّلین مجموعہ کلام "کہنا' میں نے یاد کیا ہے" کے پُرشکوہ اجرائی جلسہ (مشاعرہ اور عشائیہ) کے انعقاد پر ہوئی تھی۔ اِس سے پہلے میں نے شاید ہی کبھی اُن کا نام سنا ہو۔ جب مشاعرے میں شرکت کی دعوت ملی تو کوئی حیرت بھی نہیں ہوئی۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ کسی گمنام شاعر کا شعری مجموعہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ منظر عام پر آتا ہے اور پھر اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ اُسی شان و شوکت کے ساتھ وہ شاعر اور اُس کا شعری مجموعہ دونوں گمنام ہو جاتے ہیں۔ مشاعرے میں ممبئی کے سبھی اہم شعرا جمع تھے۔ پہلی ملاقات میں عظیم ملک صاحب مجھے علامہ سیمابؔ اکبر آبادی کے اس شعر جیسے ہی لگے۔

ہم ملے تھے ایک دن سیمابؔ سے یادش بخیر
آدمی خوش فکر ہے، خوش وضع ہے، خوش پوش ہے

اور پھر ان خوبیوں کا حامل شخص بہت جلد کسی کا بھی دوست بن جاتا ہے۔ اُس ایک تقریب کے بعد عظیم صاحب میرے ہی نہیں شہر کے تقریباً سبھی شعرا کے دوست ہو گئے۔ رفتہ رفتہ اُن کی شخصیت کی کئی پرتیں کھلتی چلی گئیں۔ اُن کا تعلق اودھ کے ایک زمیندار گھرانے سے ہے۔ مشاعروں کی نظامت کے شہنشاہ ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد صاحب اُن کے رشتے کے چچا ہیں اور بہت پیارے شاعر جناب ملک زادہ جاوید اُن کے بچپن کے دوست اور بھائی! یہ الگ بات ہے کہ اِن دونوں شخصیات کا شعری، فکری اور مجلسی اثر عظیم ملک کے ہاں نہیں آسکا۔ اِس کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ شاعری اور مشاعروں کی خمار آلود فضا سے پرے فلمی دنیا کی چکا چوند میں گم ہو گئے تھے۔ ہاتھی پر سوار ہو کر اسکول جانے والے عظیم ملک کو ممبئی کی لوکل ٹرینوں اور بسوں کی بھیڑ اور دھکوں، نیز فلمی struggle نے "نرا شاعر" ہونے سے بچا لیا۔

زمانہء طالب علمی سے ہی مصرعے موزوں کرنے لگے تھے لیکن نہ خود اُنھوں نے کبھی اِس "خدا کی دین" پر سنجیدگی سے سوچا اور نہ ہی ان کے عزیزوں نے کان دھرے۔ ایسا ہو تو شاعری کبھی کبھار کی تفریح ہو کر رہ جاتی ہے، اُس پر طرّہ یہ کہ اُتر پردیش کے دیگر سازِش زدہ اُردو والوں کی طرح اُن پر بھی ہندی کا غلبہ رہا۔ فلم سے وابستگی نے اُن کی شاعری کو بھی فلمی کر دیا لیکن صاحب کہیں نہ کہیں اُن کے اندر کا "نرا شاعر" زور مارتا رہا، یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے کہنہ مشق شاعر قیصر الجعفری مرحوم کی شاگردی میں اپنے ذوق کی تسکین کا وسیلہ تلاش کر لیا گو کہ یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہا اور قیصر صاحب جنت مکانی ہو گئے لیکن اس کے باوجود مرحوم نے عظیم ملک کو اِتنا کچھ سکھا دیا کہ اب فلمی شاعر میں اور عظیم ملک صاحب میں تھوڑا سا فرق ضرور ہے، اسی لئے تو اُن کا دوسرا شعری مجموعہ "فاصلہ ابھی تک ہے" اولین مجموعے کے مقابلے میں زیادہ جاندار ہے۔

عظیم ملک غزل، نظم، گیت اِن سبھی اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ گیت پر تو خیر ہندی شاعری کا مزاج حاوی ہے لیکن نظموں میں بھی گاہے بہ گاہے اس کی آمیزش ایک عجیب سی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اگر عظیم ملک کو اس کا ادراک ہو اور اسی کو سمت بنا کر شعری سفر طے کریں تو ریاضت اور مطالعے کی مدد سے وہ جلد ہی اپنا ایک مخصوص انداز پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کہیں کہیں تو ان نظموں اور گیتوں میں تازگی اور فرحت کا احساس ہوتا ہے لیکن کہیں کہیں جلدبازی بھی جھلکتی ہے، ہاں! ایک غیر محسوسی سوز اور محرومی کا احساس بھی ہے۔ یہ سبھی کچھ ملا جلا کر مزہ دیتا ہے اور قاری کو اُکتاہٹ نہیں ہوتی۔

اُن کے دونوں مجموعوں میں نظمیں کم کم ہی ہیں لیکن اُنہیں نظموں پر توجہ دینی چاہئے کیونکہ غزل کے مقابلے میں نظم میں زیادہ امکانات ہیں۔ گیت میرا مزاج نہیں ہے لہٰذا دونوں مجموعوں میں شامل اُن کے چند گیت مُسکرا کر پڑھ تو لئے اور بس!

غزل کے تعلق سے میں اکثر کہتا ہوں کہ وہ اگر کسی سے چمٹ جائے تو دَم پھولنے تک پیچھا نہیں چھوڑتی حضور! مزید عرض کروں کہ میرے عہد کے بعض شعرا جو دس بیس سال پہلے بڑے شاعروں میں شمار کر دیے گئے تھے اب معجون کھا کھا کر شعر کہہ رہے ہیں اور کمبخت غزل ہے کہ اُن کا پیچھا

ہی نہیں چھوڑتی۔ عظیم ملک کے ہاں ابھی یہ نوبت نہیں آئی ہے کیونکہ یہاں تو جناب بڑے شاعروں میں شمار ہونے کا کوئی چکر ہی نہیں ہے۔ وہ مزے لے لے کر شعر کہتے ہیں۔ اِس بات کا بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ یہ اُن کی اپنی غزل ہے سکون اور احتیاط سے برتیں! زمینوں کا انتخاب فطری محسوس ہوتا ہے۔ ہر مُروجہ زمین میں مُنہ مارنا اُن کا مزاج نہیں ہے۔

اُن کی غزلیں پڑھتے وقت آپ کو لغت دیکھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ آسان زبان کسی شاعر کا مزاج بن جائے تو اس کے ذخیرۂ الفاظ پر شک ہونے لگتا ہے لیکن سہل نگاری بھی تو ایک فن ہے۔ عظیم صاحب کی زبان سادہ اور مہذب ہے' اُن کی غزل بھونڈے 'بھدّے اور بازاری قسم کے الفاظ سے پاک ہے۔ یہی بات اُنہیں غزل کے سنجیدہ شعرا میں لاکھڑا کرتی ہے۔ چند شعر دیکھیں ۔

پلٹ کر پھر سنائی دے ۔ صدا سے بات کرتا ہوں

☆

سمجھ مت جنگ تو نے جیت لی ہے زندگی مجھ سے
تجھے وقفہ دیا ہے' میں ابھی ہارا نہیں ہوں

☆

ہمیشہ ذہن نے روکا ہے مجھ کو ۔ مگر دل کر ہی دیتا ہے بغاوت

☆

نیا نگر ہے' لوگ نئے ہیں' ہے سارا ماحول نیا
الگ الگ ہر اک سے مل کر الگ الگ پہچان کریں

☆

اپنی مرضی سے گزاری کب یہاں
مجھ میں جیسے سارا گھر جیتا رہا

عظیم ملک کی غزلوں میں ایک مخصوص رومانی خوشبو کا احساس ہوتا ہے' یہ کچی عمروں کا رومان نہیں ہے لیکن اُس میں پکا پن یا بوڑھا عشق بھی نہیں ہے۔ رومانیت کی فضا اُن کی غزل کو ذرا ذرا محبت کی چاشنی میں ڈبو کر بے حد خوشگوار بنا دیتی ہے ۔

چاہتا ہے وہ روٹھنا مجھ سے
جانتا ہے کہ میں منالوں گا

☆

گرمیوں سے تمہاری سانسوں کی
قطرہ قطرہ پگھل رہا ہے دل

☆

تو نہ ہوتا مرے خیالوں میں
میں کسی کا بھی ہو گیا ہوتا

ظاہر ہے حضرت خسروؔ سے لے کر آج تک غزل نے رومان کے سنگ سنگ اپنا سفر طے کیا ہے' بناوٹی فکری شاعری تو شب خون کے ساتھ ساتھ فوت ہو گئی تھی افسوس کہ اُس کا جہلم کرنے والا بھی کوئی نہیں بچا۔ آج کی غزل تو معنویت' شعریت' تغزل اور رومان کے ساتھ ساتھ کلاسیک سے بھرپور استفادے کی وجہ سے اپنا ایک نیا اور خوشگوار سفر طے کر رہی ہے۔ اُردو شاعروں کا ایک بہت بڑا اور توانا قافلہ ہے جو نئی غزل کے اس سفر میں شامل ہے۔ عظیم ملک بھی اسی قافلے کا ایک حصہ ہیں' ممکن ہے وہ اس قافلے کے ساتھ پیچھے پیچھے خاموشی کے ساتھ چل رہے ہوں لیکن اُن کے پیروں سے بھی کچھ دھول تو اُڑتی ہو گی۔ مٹی کے سفر میں اُن کا بھی کچھ نہ کچھ دخل تو ہو گا ہی' اُن کے قدموں کی آواز فضا میں ہلکا ہی سہی' ارتعاش تو پیدا کرتی ہی ہو گی۔

عظیم ملک کی شاعری پر ابھی میں نے کچھ نہیں لکھا ہے۔ اُن کا دوسرا مجموعہ پہلے مجموعے سے زیادہ توانا ہے اور اگر اُن کا شعری رویہ اسی طرح توانا ہوتا گیا تو کوئی بعید نہیں کہ اُن کے تیسرے مجموعے میں شامل شاعری پر لکھنے کے لئے مجبور ہو جاؤں۔۔۔!

عظیم ملک صاحب! تیسرا مجموعۂ کلام کب شائع ہو گا؟؟؟

حامدؔ اقبال صدیقی
ممبئی - ۱۱راپریل ۲۰۰۷ء

لہولہان پرندے کی پرواز

ملک زادہ جاوید

اچھے اچھے باصلاحیت لوگوں کو اگر ماحول سازگار نہیں ملتا ہے تو وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں یا تو ناکام ہو جاتے ہیں یا کافی مشکلوں اور دقتوں کا سامنا کرنے کے بعد وہ اپنوں کے طنز کے تیر کھا کر لہولہان پرندوں کی مانند پرواز کرنے لگتے ہیں۔

میرے بھائی عظیم ملک کا حال ایسا ہی ہے۔ وہ ممبئی کی چکا چوند دیکھ کر اُس کی جانب بڑھے اور وہاں پر خرچ ہو گئے۔ جن خاص چیزوں کو فلمی دنیا کسی انسان میں تلاش کرتی ہے اور پھر اُسے نوازتی ہے، وہ عظیم ملک کے اندر نہیں تھی۔ وہ ایک اچھے گھرانے کے فرد تھے اور اپنا بہترین مستقبل چھوڑ کر لکھنؤ سے ممبئی گئے تھے۔ وہ اس سطح تک نہیں جا سکتے تھے جس کی توقع فلمی دنیا میں کی جاتی ہے۔ ایک خوددار انسان کی ضرورت Film Industry کو ماضی میں رہی ہو تو ہو مگر آج موجودہ وقت میں اس لفظ سے Industry کے لوگ نا آشنا ہیں۔ چنانچہ اپنے رویہ کے سبب وہ اپنے کو Adjust نہیں کر سکے مگر زندگی کی اُتھل پُتھل کے درمیان بھی انھوں نے اپنے ملی تی بچوں کو اپنے پاس رکھا اور اپنے بچوں کو انھوں نے اعلیٰ تعلیم دے کر اس قابل بنا دیا کہ وہ اپنے فیصلے خود کرنے لگے ہیں۔ جن لوگوں نے بہت قریب سے غربت کو دیکھا ہے ان لوگوں کو بس ایک ہی دھُن سوار ہوتی ہے کہ پیسہ کمایا جائے۔ چنانچہ عظیم ملک کے بچوں نے اپنی اپنی راہ لی اور اس کام میں لگ گئے۔

آج یہ گھرانا پورے طور پر آسودہ ہے۔ بڑے صاحبزادے آصف ملک TV Serials کے مشہور اور کامیاب Director ہیں۔ چھوٹے بیٹے عاصم ملک امریکہ میں ایک Indian MNC میں Vice President Finance کے عہدے پر فائز ہیں اور امریکہ میں ہی مقیم ہیں۔ ایک لڑکی ہے جس کی شادی شارجہ میں عظیم ملک نے کی۔ وہ بھی ماشاء اللہ بڑے مزے میں ہے۔ مگر ڈور کا ایک سرا جو عظیم ملک کے ہاتھوں میں ہونا چاہئے تھا، وہ نہیں ہے۔ بد قسمتی سے پورے کنبے کا یہ خیال ہے کہ "شاعری میں کیا رکھا ہے؟" یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

پہلے مجموعے "کہنا' میں نے یاد کیا ہے" کے چند برسوں کے بعد ہی اِن کا دوسرا مجموعہ "فاصلہ ابھی تک ہے" اُن کی مسلسل فکر کی دلالت کرتا ہے۔

تخلیق کی ڈگر کبھی چل کر تو دیکھئے
اس راہ میں بچھے ہوئے پتھر تو دیکھئے

عظیم ملک کا ایک خاص مزاج ہے وہ اس مزاج کی بدولت ایک خاص دائرے میں سمٹ کر رہنا چاہتے ہیں۔ انہیں اپنا دائرہ وسیع کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ جو لوگ ان کے اس مزاج سے آشنا ہو چکے ہیں وہ ان کے اچھے دوست ہیں۔ کسی سے جلدی مرعوب ہو جانا اور کسی سے جلدی خوش ہو جانا ان کی فطرت میں شامل نہیں ہے۔ وہ میرے بڑے بھائی ہیں' بچپن سے لے کر ڈھلتی عمر تک ان سے میرا ایک تعلق رہا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ان کے مزاج کے آڑے اگر کوئی آتا ہے تو چاہے وہ اپنا ہی کیوں نہ ہو کسی طرح سے کوئی سمجھوتا نہیں کرتے۔

وہ مجھ کو بھی پاگل جانے' اچھا ہے
پاگل کو پاگل پہچانے' اچھا ہے

زندگی کے قیمتی دنوں میں انہوں نے بڑی محنت اور مشقت کی ہے اور بڑے دکھ و کرب کا احساس قدم قدم پر انہیں ہوا ہے۔ جس کے سبب وہ اب پرانے دنوں کو یاد نہیں کرنا چاہتے ہیں' وہ اچھے ماحول اور اچھی گفتگو کے عادی ہو چکے ہیں۔ غموں کو اپنے سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے جو انہیں اس ماحول کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔

وہ جب میرے گھر آیا ہے
اپنے غم لے کر آیا ہے

☆

تیری کون سنے گا پیارے
کان وہ سب کے بھر آیا ہے

FAASLA ABHI TAK HAI

(URDU POETRY)

AUTHOR

AZEIM MALIK

جملہ حقوق بحق شاعر محفوظ

شاعر کا نام : عظیم ملک

رابطہ : B-403/404 سرسوتی، اِورشائن اِن کلیو، میرا روڈ

تھانے۔ 401 107 (MH) Cell : +918080077878

اشاعت : اکتوبر ۲۰۱۰ء

تعداد : ۶۰۰

قیمت : ۱۵۰/روپئے (Rs. 150.00) بیرونِ ملک۔ ۲۰/ڈالر

کتابت : فرحت یاسین

زیرِاہتمام : مودود صدیقی

ناشر : فرحت اِمپر نٹس اِنٹر نیشنل، میراروڈ، تھانے، ممبئ

یہ کتاب مہاراشٹر اسٹیٹ اردو ساہتیہ اکادیمی کی مالی اعانت سے شائع کی گئی

ملنے کے پتے :

> کتاب دار، ۱۱۰/۱۰۸، جلال منزل، ٹیکر اسٹریٹ، ممبئ ۔ ۴۰۰۰۰۸

> سیفی بک ایجنسی، امین بلڈنگ، جے جے روڈ، ممبئ ۔ ۴۰۰۰۰۹

> گل بوٹے، ۲۸، گراؤنڈ فلور، کیڈی شاپنگ سنٹر، ناگپاڑا جنکشن، ممبئ۔ ۴۰۰۰۰۸

> بی-۴۰۳، سرسوتی، اِورشائن اِن کلیو، میرا روڈ، تھانے ۔ ۴۰۱۱۰۷

عظیم ملک کے یہ شعر دیکھیں ۔

شجر ہوں ایک بھی پتہ نہیں ہے میری شاخوں پر
خزاں مایوس ہو کر لوٹ جائے گی مرے در سے

☆

گھٹن سی ہے فضا ڈھک سی گئی ہے
محبت کی ہوا تھک سی گئی ہے

☆

دوست دشمن کوئی نہ دے کاندھا
لاش میری ہے میں اُٹھا لوں گا

☆

میں مل کر بات کرنا چاہتا ہوں
نکالو تو کبھی تھوڑی سی فرصت

اس دعا کے ساتھ میں عظیم ملک کے سلسلے میں چند سطروں پر قناعت کرتا ہوں کہ ان کی دوسری Innings پہلی Inning سے مضبوط اور مستحکم ہوگی جس کا اندازہ ان کا یہ شعر پڑھ کر قارئین خود کریں گے ۔

سمجھ مت جنگ تو نے جیت لی ہے زندگی مجھ سے
تجھے وقفہ دیا ہے، میں ابھی ہارا نہیں ہوں

ملک زادہ جاوید

نوئیڈا۔ ۱۵ر اپریل ۲۰۱۰ء

شعری دھوپ چھاؤں

احمد وصی

اردو شاعری میں تجربے کرنے کی چھوٹ اور آسانی کا ایک نتیجہ سامنے یہ آیا کہ بہت سے نئے فنکاروں نے ادھر قدم بڑھائے۔ یہ الگ بات ہے کہ اِن میں سے بہتیروں میں craft کو سمجھنے اور سیکھنے کا ذوق اور مادّہ کم ہی رہا اور وہ اس جوہر سے دور رہے جو کسی کوشش کو فن میں بدل دے۔

غزل اس کی لپیٹ میں زیادہ آئی کیونکہ عموماً ہر شاعر غزل ضرور کہتا ہے۔ غزلوں کے انبار میں نئے خیالات' نئے لب و لہجے اور نئے فکروں کے ساتھ نئے موضوعات نے اپنی طرف متوجہ بھی کیا مگر وہ جو غالب نے کہا ہے نا کہ آہ کو اثر ہونے تک اک عمر چاہئے تو اب وہ عمر چھوٹی ہو گئی ہے اسی لئے اس میں بھرپور اثر بھی نہیں آتا۔ پھر بھی غزل جیسی جاندار اور کشادہ دل صنف نے ہر شاعر کے لئے اپنا دائرہ بڑھایا۔ عظیم ملک نے بھی اُسی کا فائدہ اُٹھایا۔ غزل کہی اور کچھ اس طرح کہی کہ یہ واہمہ باقی نہ رہے کہ صرف اپنے لئے کہہ رہے ہیں قاری کے لئے نہیں۔ وہ آج کے اس چلن سے بھی باخبر ہیں کہ تجربے کرنے کی چھوٹ ہے تو اس کی آڑ میں کیوں نہ اپنی تخلیق کو پردے میں یوں رکھا جائے کہ 'صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں' والی بات لگے۔

اِن کے اشعار پڑھتے وقت یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ وہ اس سفر کے ایسے مسافر ہیں جو دھوپ میں نہ پوری طرح جلا ہے اور نہ ہی چھاؤں میں پوری طرح چلا ہے پھر بھی دھوپ چھاؤں کا حصہ وہ اسلئے ہے تاکہ رند کے رند ہیں اور ہاتھ سے جنت بھی نہ جائے۔ ویسے یہ کام اتنا آسان نہیں ہے کیونکہ جس طرح دو کنارے کبھی نہیں ملتے اُسی طرح ان دونوں کو ایک ساتھ بنائے رکھنا بھی ناممکن ہے مگر یہ بھی سچ ہے کہ دونوں کناروں کو پانی کی لہریں ضرور چھو سکتی ہیں۔ عظیم ملک کی شاعری پانی کی وہی لہریں ہیں جو دونوں کناروں تک پہنچ جاتی ہیں۔ ایک بات میں اور کہوں گا کہ دھوپ چھاؤں کے اِس کھیل کا حاصل کیا ہے' وہ اِس کے بارے میں نہ تو سوچتے ہیں اور نہ ہی سوچنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اُنھیں تو بس سفر کرنا ہے۔ وہ کہاں پہنچے' یہ آپ خود دیکھنا چاہیں تو یہ آپ کا کام ہوگا۔ سخت قسم کا کوئی نقاد اُن کے کلام کا

پوسٹ مارٹم کس طرح کرے گا' یہ میں نہیں کہہ سکتا' اِنہیں ادب اور شاعری کے کس خانے میں رکھے گا وہ جانے' میں اِتنا ہی جانتا ہوں کہ شاعری میں دو اور دو چار تو ہوتے ہی ہیں کبھی کبھی دو اور دو بائیس بھی ہو سکتے ہیں اور ہو بھی جاتے ہیں اور میں جس طرح دو اور دو چار کا قائل ہوں اُسی طرح دو اور دو بائیس کو بھی مانتا ہوں' لہٰذا میں شاعری کو اقلیدس' سائنس' فلسفے یا اسی طرح کے دوسرے خشک مضامین سے الگ رکھ کر ہی دیکھتا ہوں۔

اِن کی شاعری کو میں نے اسلئے بھی الگ رکھا ہے کیونکہ شعری دھوپ چھاؤں کا راستہ چلنا بہر حال ذہن سے زیادہ دل کو سامانِ سفر بنانے کی ایک کوشش ہوتی ہے۔ اُن کے اس راستے میں تجربوں کی اُونچ نیچ بھی ہے' زبان کے موڑ ہیں اور جذبوں کے پڑاؤ بھی' جو کسی کو بھی ٹھہرنے' رُکنے' سوچنے اور پھر چل پڑنے کے لئے اکساتے ہیں۔ اِس سے وہ خود بھی نہیں بچے ہیں' وہ بھی تھکے ہیں' رُکے ہیں اور پھر چلے بھی ۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

تم نے دزدیدہ اِسے دیکھا ہے؟
جانے کیوں پھر اُچھل رہا ہے دل!

☆

تھپ تھپا جاتی ہے دروازہ وہ اکثر
چھیڑتی رہتی ہے مجھ کو جو' ہوا ہے

☆

گریباں چاک تھا اور پیرہن میرا لہو میں تر
ہے مجھ کو یاد میں اس طرح لوٹا تھا ترے گھر سے

☆

میں اُنہیں چلتا ہوا دور سے ضرور دیکھ رہا ہوں مگر اُنکی کامیابی کے لئے میری دعائیں اُن کے ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔

احمد وصی
ممبئی ۔ ۸/اپریل ۲۰۰۷ء

خیالات

عظیم ملک کا بے تکلف لب ولہجہ ہمارے عہد کے ایک ماڈرن نوجوان کا لب ولہجہ ہے جس میں روایتی اشرافیہ طرزِ تکلم کی بازگشت نہیں ہوتی بلکہ اکیسویں صدی کی دھڑکنیں سنائی دیتی ہیں اور وہ نئی نسل کے افتادِ مزاج سے ہم آہنگ ہو کر ایک نیا منظر نامہ پیش کرتی ہیں۔ مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقینِ کامل ہے کہ آگے چل کر یہ لب ولہجہ اور بھی زیادہ معتبر ہوگا اور عظیم ملک کا ادبی سفر ان کے عہد کے ان نوجوانوں میں اور بھی زیادہ پسند کیا جائے گا جن کا رشتہ رفتہ رفتہ اردو زبان و ادب کی روایتی لفظیات سے نکل کر بے تکلف فضاؤں کی تخلیق کر رہا ہے۔۔۔۔۔

ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد

نظموں میں اُن کی خیال آرائی بہت خوبصورت ہے۔ اپنے بکھرے من کو سمیٹنے کی کوشش میں جذبے کو کھلا چھوڑ دیا ہے اور جو فضا اُن کے ذہن میں تھی اُسے لفظوں میں سمونے کا کامیاب تجربہ کیا ہے۔ غزل عمری مسائل اور قدروں کے ٹوٹ پھوٹ کا احاطہ بھی کرتی ہے۔ اُن پر دانش ورانہ نہ سہی مگر ہمدردانہ Approach بھی جگہ جگہ نظر آتی ہے۔ عظیم ملک کی شاعری کچی زمین پر لگایا ہوا پودا ہے جسے ابھی اور آبیاری کی ضرورت ہے' پانی کی نہیں خونِ جگر کی اور وہ اُس میں مصروف ہیں دوسرے مجموعے کی ترتیب کی صورت میں۔

قیصر الجعفری (مرحوم)

ہر انسان کی زندگی میں دلچسپ اور حیرت انگیز واقعات پیش آتے ہیں۔ جس سے وہ محظوظ بھی ہوتا ہے اور عبرت بھی حاصل کرتا ہے اور اپنے مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں زندگی کی معنویت کو نئے نئے مفاہیم دیتا ہے۔ چونکہ عظیم ملک فلمی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے انھونے زندگی کے نشیب و فراز قدرے قریب سے دیکھے ہیں ۔ اور اُن سے پیدا شدہ اثرات کو بھی محسوس کیا ہے۔ عظیم ملک کی شاعری میں بہت سے عکس اور نقوش ملتے ہیں جن کی نشاندہی خود اُن کے اشعار میں ہے جس میں معاصرانہ تصاویر کا عکس' بے ثباتی کا گلہ اور حکیمانہ مبادیات کا سنگم اُبھر کر سامنے آتا ہے۔

پی۔پی۔ سریواستوا رند

چلو خلاء میں کریں ایک گاؤں کی تعمیر ۔ کہ آدمی میں وہاں پھر خلاء نہیں ہوگا

اور یہ مطلع۔

میرے لئے فرصت تو نکالو ۔ خود آؤ یا مجھے بلا لو

یہ دونوں شعر، عظیمؔ ملک کی شعری کائنات کی سیاحت کے لئے مدعو کرتے ہیں۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ ''کہنا' میں نے یاد کیا ہے'' آپ کو اچھی سچی اور اپنی شاعری کا کولمبس بنادے گا۔ اگر آپ پوری اردو شاعری کے ان بطوطہ ہیں تو اِن کے مجموعے کا مطالع ضرور کیجئے۔ موسیقی' لے کاری' سرتال' مرتال ایک ایسی شعری symphony ملے گی، جسے جدید شعری نغمہ بنانے میں عظیم ملک کا تخلیقی ذہن کائنات بھر سوچ بن گیا ہے۔ دوسرا مجموعہ ''فاصلہ ابھی تک ہے'' منظر عام پر جلد سے جلد لانے کی اُن کی کوشش جاری ہے۔

افتخار امام صدیقی

مدیر' ماہنامہ شاعر' ممبئی۔

میں خدا کا حقیر بندہ ہوں ۔ ویسے مجھ کو عظیمؔ کہتے ہیں

اس شعر کی پاکیزہ عظمت اور۔

چلو خلاء میں کریں ایک گاؤں کی تعمیر ۔ کہ آدمی میں وہاں پھر خلاء نہیں ہوگا

اس شعر کی ضرب المثل فکر اِن اشعار کے خالق عظیم ملک کی معصوم اور فکری عظمت کی طرف اشارہ کرتی ہے ۔ مجھے امید ہی نہیں یقینِ کامل ہے کہ عظیم ملک کا اس عہد کے چند معتبر شعرا میں شمار بہت جلد ہونے لگے گا' انشاء اللہ! اُن کے دوسرے مجموعے ''فاصلہ ابھی تک ہے'' کا بے صبری سے انتظار ہے ۔

آفتاب حسنین

ڈرامہ نگار' متعدد بامعنی اردو ڈراموں کے خالق اور

کئی اُردو' ہندی اوارڈس کے مالک ۔ جوہو' ممبئی ۔

☆

اللہ! مری زندگی آسان بنا دے
احمدؐ کو محمدؐ کو مری جان بنا دے

دیدار کر سکوں ذرا تیرے حبیبؐ کا
یثرب کا ایک دن مجھے مہمان بنا دے

مومن بنا تُو ایسا مسلمان بن سکوں
سنت٬ حدیث٬ فرض کو میدان بنا دے

یہ پاؤں راہِ حق سے نہ غافل ہوں جہاں میں
اللہ! میرے دل کو تو قرآن بنا دے

اک بار دکھا دے مجھے مکہ و مدینہ
لبیک مری فکر کا عنوان بنا دے

ایمان کو دے روشنی حکمِ عظیمؔ سے
قرآن کو ہی تو مرا ایمان بنا دے

☆☆☆

☆

ذرا سا تھک گیا ہوں میں ابھی بکھرا نہیں ہوں
اُلجھ کر گردشِ حالات سے ٹوٹا نہیں ہوں

سمجھ مت جنگ تو نے جیت لی ہے زندگی مجھ سے
تجھے وقفہ دیا ہے، میں ابھی ہارا نہیں ہوں

خموشی سے جو سازش ہو رہی ہے اس کنارے پر
میں سب کچھ سُن رہا ہوں غور سے بہرا نہیں ہوں

ہُوا دل سخت، پتھر کا جگر، احساس مٹی کا
کئی برسوں سے جی بھر ٹوٹ کر رویا نہیں ہوں

نہیں پرواہ منزل کی، نہ ہی سمت سفر کی ہے
میں چلتا جا رہا ہوں بس کہیں ٹھہرا نہیں ہوں

صفِ دشمن جو حائل تھی ہمارے بیچ برسوں تک
ادائیں وہ تری میں آج تک بھولا نہیں ہوں

حقیقت کو بیاں کر دوں گا اک دن وقت آنے پر
میں سچ کہنے سے ڈرتا ہوں مگر جھوٹا نہیں ہوں

☆☆☆

☆

موت کی شوخیاں چُرا لوں گا
میں قیامت سے بھی دعا لوں گا

دوست دشمن کوئی نہ دے کاندھا
لاش میری ہے میں اُٹھا لوں گا

سوچتے رہنا میں بکھر جاؤں
دیکھنا! خود کو میں سنبھالوں گا

چاہتا ہے وہ روٹھنا مجھ سے
جانتا ہے کہ میں منالوں گا

میرا وعدہ ہے روزِ محشر مَیں
اپنے سر تیری ہر خطا لوں گا

میں تری رحمتوں کے سائے میں
زیست کی سختیاں اُٹھا لوں گا

زندہ رکھنے کو خاک کا پیکر
آگ، پانی، فلک، ہوا، لوں گا

☆☆☆

منفرد ہوں سخن میں، شکر اللہ!
بھیڑ میں ورنہ کھو گیا ہوتا

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

دلکش لڑکی

میں نے اک لڑکی دیکھی ہے......!

پونم کی کالی شام تھی وہ
خوابوں کے جھروکے میں بیٹھا
میں دیکھ رہا تھا چندا کو
پر چندا تھا گم اور کہیں
وہ گھور رہا تھا ٹک باندھے
کالی شب کا دُھندھلایا تن
اُس کے دل سے اک آہ اُٹھی
اور آہ بن گئی مست پَوَن

اُس مست پَون کے جھونکے نے
شب کو دھیرے سے جو چھیڑا
شب کے سینے سے ڈھلک گیا
گہرا گہرا کالا آنچل
رب جانے کتنی دیر رہی
وہ رات پیا کے آنگن میں
مستی میں چور
متواری شب
ساجن کے تن میں سما گئی
منظر سے گھبرا کر چندا
خود اپنے میں ہی سمٹ گیا
وہ لاج سے ایسا شرمایا
نیلے رنگوں میں لپٹ گیا
پھر جواں رات دلہن بن کر
اُس کے ہی رنگ میں نہا گئی

تھامے ہاتھوں میں عریاں تن
چندا کے دل میں سما گئی
تن من کی پیاس بجھا ساری
بن گئی دودھیا اُجیاری
وہ شوخ دودھیا اُجیاری
لے کر اک قاتل انگڑائی
ساجن تن سے باہر آئی
وہ دھواں دھواں' پرچھائیں سی
بس آنکھ جھپکتے اِک پل میں
دلکش لڑکی میں ڈھل سی گئی
پھر مرے خواب کی کھڑکی میں
آ کر نظروں سے ٹکرائی
اور شرما کر اگلے پل ہی
گم ہو ئی صبح کی لالی میں
میں نے اک لڑکی دیکھی تھی.............!

☆☆☆

☆

جنوں کی راہ میں کچھ دور چل کے دیکھ لیتے ہیں
جفاؤں کو وفا سے ہی بدل کے دیکھ لیتے ہیں

بتاتا ہے تو لوگوں کو ہمارے سلسلے میں کیا
تری محفل سے تھوڑی دیر مل کے دیکھ لیتے ہیں

محل تیرے ہیں اونچے یا ہمارا گھر یہ مٹی کا
کہ پنجوں پہ کھڑے ہو کر اُچھل کے دیکھ لیتے ہیں

دھنک میں آسماں پر رقص کرتی ہیں حسیں پریاں
ملے ہم کو دھنک ساری مچل کے دیکھ لیتے ہیں

جگر کی ٹیس، دردِ دل، چبھن، تڑپن، کسک، آہیں
کھلونوں سے چلو ہم بھی بہل کے دیکھ لیتے ہیں

زمیں پر ڈھونڈھ لیتے ہیں ہمارے نقشِ پا، دشمن
کبھی سطحِ سمندر پہ بھی چل کے دیکھ لیتے ہیں

☆☆☆

☆

دیواریں کھنچ گئیں بیچ میں ورنہ آنگن ایک ہی تھا
مہک ہوا کی پھول کی خوشبو اپنا گلشن ایک ہی تھا

گرم ہواؤں میں ٹھنڈک تھی، ٹھنڈ میں گرمی کا جز تھا
سرد پھواریں برساتا تھا پیارا ساون ایک ہی تھا

گیت، غزل، ٹھمری، قوالی، ڈھولک، طبلہ، شہنائی
ہر جانب فنکار ایک تھے دونوں کا فن ایک ہی تھا

پتنگ لوٹنے کی خاطر اکثر آپس میں لڑ جانا
لڑ بھڑ کر پھر ایک ہو جانا سارا بچپن ایک ہی تھا

آنکھوں میں تعریف کا عنصر دل میں اک دوجے کا درد
اک جیسے چہرے تھے سب کے سب کا درپن ایک ہی تھا

پنکھا جھلتا اشک پونچھتا سر پر سایہ کر دیتا
ممتا کا امرت برساتا ماں کا دامن ایک ہی تھا

آؤ ماضی بھول کے سب چاہت کی پھر بنیاد رکھیں
جیسے سارا گھر آنگن تھا سارا گلشن ایک ہی تھا

☆☆☆

☆

تعلق یوں پگھلتا جا رہا ہے
نئے رشتے میں ڈھلتا جا رہا ہے

میں ہوں ارجن بلاشک اِس صدی کا
مگر ترکش پھسلتا جا رہا ہے

ابھی میں نے قسم کھائی نہیں ہے
یہ دل پھر بھی مچلتا جا رہا ہے

کیا جس کو بھلانے کا اِرادہ
وہ ماضی، حال بنتا جا رہا ہے

مرے ہر وار سے بچتا ہے دشمن
اب اپنے گھر بدلتا جا رہا ہے

نہ جانے کب پلٹ کر وار کر دے
وہ ہر لمحہ سنبھلتا جا رہا ہے

کبھی اُس نے چھپا رکھے تھے دل میں
مگر اب راز اُگلتا جا رہا ہے

گھِرا تھا جو مہذب دائرے میں
وہ اب باہر نکلتا جا رہا ہے

☆☆☆

واہ کیا پرواز ہے

آسمان کی بلندیوں میں'
پرواز کرتے ہوئے پرندے کو دیکھ کر'
بے ساختہ کہہ اُٹھتے ہیں ہم
واہ! کیا پرواز ہے۔
لیکن'
نہیں سوچتے ایک پل کو بھی
کہ اُس پرندے کو اُن اونچائیوں تک پہنچنے میں'
کتنی دقتیں اُٹھانی پڑیں'
کتنی مصیبتیں جھیلنی پڑیں'
کتنے مرحلے طے کرنے پڑے'
اور کتنی مشکلوں سے دوچار ہونا پڑا۔
مصیبتیں' دقتیں 'مشکلیں' مرحلے

انتساب

میری چونتیس سالہ فلمی گرداب کے نام

سورج کی ناقابلِ برداشت تپش‘
ہر خاکی وجود کو غرق آب کر دینے والی طوفانی بارش‘
لہو منجمد کر دینے والی کڑاکے کی سردی‘
پربت کو مسمار کر دینے والی تند ہواؤں کا ریلا‘
اور نہ جانے کتنی آفاقی اور خلائی آفات
کیا ضرورت ہے‘
ہمیں اِن باتوں پر غور کرنے کی‘
اور کسے ہے فرصت یہ سب سوچنے کی
ہمیں تو بس یہ پرواز اچھی لگتی ہے
واہ! کیا پرواز ہے۔

☆☆☆

☆

خدا سے -- بات کرتا ہوں
انا سے بات کرتا ہوں

جلائی تو نے شمع پھر
ہوا سے بات کرتا ہوں

پلٹ کر پھر سنائی دے
صدا سے بات کرتا ہوں

لبھائے دشمنوں کو بھی
ادا سے بات کرتا ہوں

محبت، ٹوٹ کر برسے
گھٹا سے بات کرتا ہوں

فلک کو چوم لے جاکر
دعا سے بات کرتا ہوں

مکرتا ہے تو وعدوں سے
وفا سے بات کرتا ہوں

عظیمؔ اک زندگی بن کر
قضا سے بات کرتا ہوں

☆☆☆

☆

کیسے شعلوں پہ چل رہا ہے دل
چاندنی میں بھی جل رہا ہے دل

دھیرے دھیرے اُسے بھلا دوں گا
رفتہ رفتہ سنبھل رہا ہے دل

تم نے دزدیدہ اِسے دیکھا ہے؟
جانے کیوں پھر اُچھل رہا ہے دل!

لاکھ ڈھائے ہیں ستم تونے پر
خامشی سے اٹل رہا ہے دل

چاند ہے میرے ساتھ بستر میں
چاندنی میں ٹہل رہا ہے دل

ایک بچہ سا مجھ میں رہتا ہے
بے تحاشہ مچل رہا ہے دل

گرمیوں سے تمہاری سانسوں کی
قطرہ قطرہ پگھل رہا ہے دل

☆☆☆

مجروح خواب

کل کی شب اک خواب دیکھا اور آنکھیں کھُل گیئں
خواب کے سارے مناظر اور یادیں دھُل گیئں

سوچ کر اک اور سپنا یوں ادھورا رہ گیا
دل ہی دل میں مسکرایا اور پھر سے سو گیا

پھر وہیں سے خواب نے گھیرا جہاں ٹوٹا تھا وہ
خواب تھا لیکن کہیں سے بھی نہیں جھوٹا تھا وہ

ہر طرف تھا عالمِ ہُو دشت کی اک رات کا
چار سو منظر تھا جیسے سیاہ سی برسات کا

تھی شبِ دیجور لیکن پاس ہی تھوڑی سی دور
دِکھ رہی تھی ریت کی دیوار اونچی لاعبور

تیز آندھی چل رہی تھی ہر طرف تھا ریگزار
اور فضا میں تیرتے دِکھتے تھے چہرے بے شمار

چار سو بکھرے تھے ذرّے ریت کے سرخ و سیاہ
ہر طرف سے آ رہی تھی آہ و زاری اور کراہ

دیکھتا ہوں کیا اچانک دور تک حدِّ نظر
سر کٹی لاشیں ہوا میں اُڑ رہی تھیں خوں میں تر

پاک زخمی اک طرف تھا اک طرف ہندوستان
خون کے بادل فضا میں چھو رہے تھے آسمان

شمس غائب ہو گیا تھا بادلوں میں خون کے
اور فضا میں گونجتے تھے قہقہے ملعون کے

پھر اچانک بادلوں میں برق سی لہرا اُٹھی
سرسراہٹ تھرتھراہٹ گڑگڑاہٹ ساتھ تھی

یوں لگا جیسے لپک کر چاٹ جائے گی زمین
اُف قیامت آ گئی ہونے لگا ایسا یقین

برق نے کوڑا لگایا اور آنکھیں کھل گئیں
ہو گئے برسوں کہ مجھ کو نیند پھر آئی نہیں

☆☆☆

☆

رلایا جس نے مجھ کو اشکِ فرحت
وہ ذکرِ غم تھا یا ذکرِ محبت

نہ جانے عشق میں کچھ خاص کیا ہے
بھلی لگنے لگی ہے اپنی صورت

ہمیشہ ذہن نے روکا ہے مجھ کو
مگر دل کر ہی دیتا ہے بغاوت

میں مِل کر بات کرنا چاہتا ہوں
نکالو تو کبھی تھوڑی سی فرصت

جدھر سے جی کرے آجاؤ گھر میں
نہ ہے دیوار کوئی ناں کوئی چھت

عظیمؔ اک بار دیکھو پھر پلٹ کر
بلاتی ہے رقیبوں کی رفاقت

☆☆☆

نظمانے

آج اچانک صبح صبح اک شعر ہوا ہے
مصرعِ اُولا مصرعِ دوئم سے چھوٹا ہے
صبح سویرے خواب میں دیکھا مَرا پڑا ہوں
آنکھ کھلی تو سمجھ میں آیا کئی دنوں سے دُھت نشے میں فوٹ پاتھ پر گرا پڑا ہوں

☆

آج اچانک صبح صبح اک شعر ہوا ہے
مصرعِ اُولا مصرعِ دوئم سے چھوٹا ہے
میں پتھریلے رستے سرپٹ بھاگ رہا ہوں
اک پل لمبی سانس کھینچ کر دیکھا پایا کئی دنوں سے اُونٹ پہ بیٹھا جاگ رہا ہوں

☆

سمجھ مت جنگ تو نے جیت لی ہے زندگی مجھ سے
تجھے وقفہ دیا ہے' میں ابھی ہارا نہیں ہوں

آج اچانک صبح صبح اک شعر ہوا ہے
مصرعہِ اُوّلا مصرعہِ دوئم سے چھوٹا ہے
سمجھا شاید اپنے سوکھے ارماں سینچ رہی تھی
کجراری آنکھوں میں دیکھا پایا وہ چہرے کے رنگ سے سارا کاجل کھینچ رہی تھی

☆

آج اچانک صبح صبح اک شعر ہوا ہے
مصرعہِ دوئم مصرعہِ اُوّلا سے چھوٹا ہے
بڑے ہال میں اِس کونے سے اُس کونے تک چل چل کر میں ناں جانے کیا سوچ رہا تھا
رکا تو دیکھا' بال اپنے میں نوچ رہا تھا

☆

آج اچانک صبح صبح اک شعر ہوا ہے
مصرعۂ دوئم مصرعۂ اُولا سے چھوٹا ہے
کھا کھا کے میں دم بریانی دم آلو دم مغت بن گیا چار دنوں میں آسانی سے
توبہ توبہ! سجدے کی دشمنی ہو گئی پیشانی سے

☆

آج اچانک صبح صبح اک شعر ہوا ہے
مصرعۂ دوئم مصرعۂ اُولا سے چھوٹا ہے
وہ اِٹھلاتی جست لگاتی مئے چھلکاتی چلی جا رہی تھی پنگھٹ پر بھرنے پانی
سارے پیاسے دیوانے ہو گئے' دیکھ کر وہ دیوانی

☆☆☆

☆

تم سے وعدہ اگر وفا نہ ہوا
پیار کا قرض تھا ادا نہ ہوا

اک ذرا دور رک گئے آ کر
اور بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا

دوریاں دل کے درمیاں بے شک
سوچ میں کوئی فاصلہ نہ ہوا

آپ تک کس طرح رسائی ہو
جب توسط سے رابطہ نہ ہوا

چاند کے آس پاس رہ کر بھی
رنگ کیوں دل کا دودھیا نہ ہوا

ساری دنیا تھی بے نیازِ عظیمؔ
یار! تو بھی تو آشنا نہ ہوا

☆☆☆

☆

سُست ہوائیں ساکت ہوکر آندھی کا سامان کریں
کھلے ہوئے زخموں کی چیخیں بدلے کا فرمان کریں

کاٹ کاٹ کر پھینک دیا تھا جن پودوں کو راہوں سے
اُن پودوں کے زخمی کانٹے راہیں کیوں آسان کریں

نیا نگر ہے' لوگ نئے ہیں' ہے سارا ماحول نیا
الگ الگ ہر اک سے مل کر الگ الگ پہچان کریں

خود کو زندہ رکھنا اب تو، بس ایسے ہی ممکن ہے
جذبوں کے سوداگر بن کر لاشوں کی دوکان کریں

پتھر کے بُت اور تراشیں، پوجیں، کریں سلام انہیں
دور خلاء میں بیٹھے ایشور پر تھوڑا احسان کریں

اک دن ایسا آئے گا جب ساری دنیا تڑپے گی
پھر مسیح کے واپس آنے کا، عظیم امکان کریں

☆☆☆

☆

اب یہ کار و بار کریں
غیروں سے بھی پیار کریں

البم کھول کے دیکھیں اور
یادوں کو گلزار کریں

مر جائے گا اپنی موت
دشمن پر کیوں وار کریں

کب تک خالی بیٹھیں ہم
مل کر ذکرِ یار کریں

چاہت کے ہر جذبے کا
برجستہ اظہار کریں

سوچ کے اس کے بارے میں
جینا کیوں دشوار کریں

نفرت شور شرابے سے
خاموشی سے پیار کریں

☆☆☆

☆

تخلیق کی ڈگر کبھی چل کر تو دیکھئے
اس راہ میں بچھے ہوئے پتھر تو دیکھئے

سرپٹ نکل کے بھاگے گا گھوڑا خیال کا
بس اِک ذرا سی ایڑ لگا کر تو دیکھئے

ہتھیار ڈال دیں گی زمانے کی گردشیں
خود بزدلی کی سطح سے اُٹھ کر تو دیکھئے

خاکی مجسّموں کو بھی کہتے ہیں قیامت
کتنا ہے اُن میں دم ذرا چھو کر تو دیکھئے

دریا سے دور ہی تھا مگر پیاس بجھ گئی
تسکین بھری دید کے جوہر تو دیکھئے

ساکت یہ سطحِ آب ہے دھوکہ نگاہ کا
باہر سے استوار ہے' اندر تو دیکھئے

جینے کا کیا مزہ ہے اگر دل لگی نہیں
دل ایک بار آپ لگا کر تو دیکھئے

راہِ وفا میں پیار سے دے دے گا اپنی جان
اک بار بس عظیمؔ سے کہہ کر تو دیکھئے

☆☆☆

☆

زندگی تھی بے اثر جیتا رہا
میں تجھے بارِ دگر جیتا رہا

حادثوں سے بے خبر جیتا رہا
زندگی تھی مختصر جیتا رہا

میں فرائض کی اسیری چھوڑ کر
آسمانوں کا سفر جیتا رہا

تاثرات

پروفیسر ملک زادہ منظور احمد

"فاصلہ ابھی تک ہے" عظیم ملک کی شاعری کا یہ دوسرا مجموعۂ کلام ہے۔ انسان جب تجربات کی وادیوں میں سینے کے بل چلتا ہے، ایک خاص مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کی شاعری میں ایک طرح کا سوچا سمجھا ہوا ٹھیراؤ آجاتا ہے اور زندگی کی سرکش موجیں سکون یافتہ ہو جاتی ہیں۔

عظیم ملک کی زندگی کا سفر یو پی کے ضلع امبیڈکر نگر کے ایک چھوٹے سے موضع مرہرا سے شروع ہوا۔ انہوں نے لکھنؤ میں کچھ دن قیام کیااور پھر ممبئ کی تیز رفتار زندگی میں انھوں نے اپنی شعر وشاعری کا پہلا مجموعہ "کہنا' میں نے یاد کیا ہے" شائع کیا۔ ان کا یہ سفر نامہ زندگی کے مختلف نشیب و فراز اور تجربات کے مواقع فراہم کرتا رہا ہے۔ ان کے اس شعری سفر نامے میں غم جاناں کا کرب بھی شامل ہے اور ممبئ کی تیز رفتار زندگی کا منظر نامہ بھی پیش کرتا ہے۔

اُن کا زیرِ نظر مجموعۂ کلام "فاصلہ ابھی تک ہے" اگر ایک طرف اُن کے تجربات کی سمت ورفتار کی غمازی کرتا ہے تو دوسری طرف اُس میں اُردو شاعری کی جو روایات رہی ہیں اُن کی بھی عکاسی ہوئی ہے۔ اس مجموعۂ کلام میں وہ کرب بھی شامل ہے جو دکھ درد کی شکل میں ممبئ کی زندگی نے اُن کو عطا کی ہے تو دوسری طرف انسان کی وہ فطری معصومیت کی جھلک بھی پائی جاتی ہے جو بدلتے ہوئے حالات کے باوجود آج بھی ہماری دیہی زندگیوں میں موجود ہے۔ انہیں دونوں طرح کے جذبات واحساسات کی آویزش سے عظیم ملک نے اپنی شاعری کے نگار خانے کو سجایا اور سنوارا ہے۔ ان کی زندگی کا سفر بھی بہت سی ناہمواریوں کا شکار رہا ہے۔ وہ ایک کھاتے پیتے ہوئے دیہی گھرانے کے فرد تھے، لکھنؤ آئے تو مرکزی حکومت کی ایک اچھی ملازمت میں برسر روزگار ہوئے، مگر ممبئ جاکر بہت دنوں تک فلمی زندگی کے چکر میں پریشان کن حالات سے دوچار رہے مگر کچھ برسوں کے بعد جب حالات سازگار ہوئے تو اب اُن کی پریشانیاں دور ہوئیں اور انہوں نے اپنے جذبہ کو آسودہ کرنے کے لئے شعرو شاعری کی مستقل راہ نکالی اور سلامت روی کے ساتھ اُس پر گامزن ہیں۔

کس طرح سپنے سہانے دیکھتا
کروٹیں میں رات بھر جیتا رہا

مر چکا میں ایک عرصہ ہو گیا
خواب میں اُن کے مگر جیتا رہا

آدمیت کے اندھیرے دور میں
میں صلیب و دار پر جیتا رہا

اپنی مرضی سے گزاری کب یہاں
مجھ میں جیسے سارا گھر جیتا رہا

میں کفن پہنے ہوئے زیرِ لحد
مرنا چاہا تھا مگر جیتا رہا

☆☆☆

☆

زندگی سے بس یہی حاصل ہوا ہے
دھوپ کا اک جان لیوا سلسلہ ہے

منزلیں قدموں کے نیچے آ گئی ہیں
جب سے میری روح کو اس نے چھوا ہے

اب یہاں رکنے سے کیا ہے فائدہ
وہ تو سارا میکدہ ہی پی چکا ہے

پھر زمیں پر آگ برسائے گا وقت
زندگی نے موت سے سودا کیا ہے

ہو گئے سارے ارادے منتشر
شکر ہے اللہ کا کچھ تو ہوا ہے

تھپ تھپا جاتی ہے اکثر میرا در
چھیڑتی رہتی ہے مجھ کو جو' ہوا ہے

اپنے حصے کچھ نہ آئے گا عظیمؔ
مال سارا دوستوں میں بٹ چکا ہے

☆☆☆

☆

حقائق سے کبھی اُلجھے کبھی خوابوں کے محور سے
بشر کیسے نکل پائے گا تبدیلی کے ساگر سے

شجر ہوں ایک بھی پتہ نہیں ہے میری شاخوں پر
خزاں مایوس ہو کر لوٹ جائے گی مرے در سے

ازل کی تشنگی سے سر پٹکتا دیکھ ساحل پر
وہ اپنی پیاس لے کر لوٹ آیا ہے، سمندر سے

ہمارا صبر ہے طوفان، تو مت آزما اِس کو
کہیں ایسا نہ ہو تیرے نگر پر ٹوٹ کر برسے

اسے قسمت کہیں یا دُنیوی حکام کی لعنت
کسی کی کُل زمیں، کوئی فلک کی چھاؤں کو ترسے

لگادوں آگ سارے شہر میں آتا ہے یہ جی میں
تمہارا آشیاں جل جائے گا چپ ہوں اسی ڈر سے

کوئی رب کی مشیت سے نہ جیتا ہے نہ جیتے گا
لڑے تدبیر سے چاہے، لڑے کوئی مقدر سے

عظیمؔ اک خواب اکثر دیکھتا ہے جاگتے سوتے
گیا جو، لوٹ کر آیا نہیں مٹی کے اُس گھر سے

☆☆☆

ماں

ہر رشتے میں ویسے تو' عورت کا درجہ پیارا ہے
سب سے اونچا ماں کا درجہ سب رشتوں سے نیارا ہے

ماں حوا ہے' ماں ہے آمنہ' ماں مریم' ماں کوشلیا
پیغمبر سب نے جنہے عظمت کی طرف اشارہ ہے

ماں کے قدموں میں جنت ہے کہتے قرآں اور گیتا
ماں کی خدمت جو کرلے جنت اُس کا گہوارا ہے

فرض اندھیرے میں ڈوبے تو ماں شمع بن جاتی ہے
پتھریلے رستوں پہ اُس کی ممتا کا اُجیارا ہے

ماں کی کوکھ میں پلتا انساں، بچپن گود میں وہ کھیلے
ننھے اور کمزور قدم کا ماں ہی ایک سہارا ہے

سچی راہ دکھاتی ہے، گر راہ بھٹک جائے انساں
اُس کی سچائی کے سامنے تو شیطان بھی ہارا ہے

ظالم گر بن جائے آدمی ماں شعلہ بن جاتی ہے
اپنے ہی ہاتھوں سے ماں نے بیٹے کو بھی مارا ہے

بچّے کبھی بڑے ہو کر جب ماں کو تنہا کر جاتے
دیتی ماں دن رات دعائیں وہ ممتا کا دھارا ہے

☆☆☆

☆

لفظوں کا اِحسان ہوا ہے
جذبہ لہو لہان ہوا ہے

صدیوں، جو اپنا ہمدم تھا
جانے کیوں انجان ہوا ہے

گندم، چاول، جہاں سوکھتا
لاشوں کا کھلیان ہوا ہے

مشین گن اور نیوکلیر بم
مرنا اب آسان ہوا ہے

تھوڑی سی شہرت کیا پالی
خود پر بڑا گمان ہوا ہے

مخلوقوں میں سب سے اشرف
مقلدِ شیطان ہوا ہے

حکمت کے دو نسخے رٹ کر
ہر انساں لقمان ہوا ہے

☆☆☆

☆

شخصیت سب کی بے اثر کیوں ہے
پیڑ، ہر ایک بے ثمر کیوں ہے

صبح اور شام ہو گئے اُس کے
میرے حصّے میں دوپہر کیوں ہے

خود بنا کر بگاڑ دیتا ہے
آدمی اِتنا باہُنر کیوں ہے

زندگی کے یہی تجربات ان کی شاعری کے موضوعات ہیں۔ وہ اپنے دل کے داغوں کی بہار بھی دکھاتے ہیں اور اُسی کے ساتھ ساتھ اُن ناہمواریوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں جو ہمارے چاروں طرف بکھری ہوئی ہیں۔ ان کے دونوں مجموعہ ہائے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید ان کے کلام میں صرف حسن و عشق، نازو نیاز، ہجر ووصال اور شوق وانتظار کی غمازی ہوئی ہوگی مگر سچی بات یہ ہے کہ اُن کے یہاں اگر ایک طرف اُردو شاعری کا وہ عاشق دکھائی دیتا ہے جو ہجر ووصال کی منزلوں سے گزر تارہا ہے تو دوسری طرف شہری زندگی کے دکھ ودرد کا مارا ہوا وہ شخص بھی موجود ہے جو آنکھوں میں جلن اور سینے میں ہیجان لئے ہوئے ممبئ کی سڑکوں پر رواں دواں نظر آتا ہے۔ غمِ انجانا اور غمِ دیگراں کا یہی اچھوتا اور خوبصورت امتزاج ان کے کلام کا موضوع ہیں مگر جس فنی سطح پر ان کی ترجمانی ہوئی ہے وہ روایت کی پروردہ ہیں۔

مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ اُن کا یہ دوسرا مجموعۂ کلام جو خوب سے خوب تر کی جانب ایک خوشگوار سفر ہے، ادبی حلقوں میں پذیرائی حاصل کرے گا۔

پروفیسر ملک زادہ منظور احمد
اُترپردیش اُردو اکادمی لکھنؤ۔

۱۹/اپریل ۲۰۰۷ء

حادثے ایسے، روز ہوتے ہیں
سہما سہما سا پھر نگر کیوں ہے

چھاؤں کی آرزو تو ہے سب کو
باغ میں ایک ہی شجر کیوں ہے

وہ ادھر سے کبھی نہیں گزرا
اُس طرف پھر مری نظر کیوں ہے

اک دیا اور بجھ گیا جل کر
زندگی اِتنی مختصر کیوں ہے

چاندنی دھوپ بن گئی کیسے
آج سورج سا یہ قمر کیوں ہے

☆☆☆

☆

وہ مجھ کو بھی' پاگل جانے' اچھا ہے
پاگل کو' پاگل پہچانے' اچھا ہے

پیار میں اک دوجے کی خاطر دُھنتے سر
سارے وحشی' سب دیوانے' اچھا ہے

پہلے دل پر ضرب لگائیں جی بھر کے
اور پھر آتے ہیں سہلانے اچھا ہے

میری گلی میں چیخ چیخ رونا دھونا
دید کی خاطر نئے بہانے' اچھا ہے

خواب سمجھ کر بھول چکے ہیں وہ مجھ کو
آ جاتے ہیں یاد دلانے' اچھا ہے

جی میں جو آجائے وہ کہہ دیتے ہیں
کوئی مانے یا نہ مانے' اچھا ہے

شعر و سخن کی ایک معتبر محفل میں
آئے عظیمؔ غزل سنانے' اچھا ہے

☆☆☆

☆

آج صبح سے دل لہرائے، جانے کیوں
یوں لگتا ہے، اب وہ آئے، جانے کیوں

زیست کے پنّے کھُلے رہے صدیوں لیکن
ایک سطر بھی پڑھ نہ پائے، جانے کیوں

گر چاہے وہ، پل میں مجھے فنا کر دے
رسّی ڈھیلی کرتا جائے، جانے کیوں

ہے انسان کی خاطر، جنت یہ دنیا
دوزخ کا سامان جتائے جانے کیوں

اچھی کوئی چیز اگر آ جائے نظر
الحمدُ ہی زباں پہ آئے جانے کیوں

مل جائے ہر چیز، دعا میں جو مانگوں
ہر خواہش پوری ہو جائے جانے کیوں

گھیرے بیٹھی خواہش، دولت شہوت کی
یہ دنیا ہر اِک کو لُبھائے جانے کیوں

پھر عظیمؔ دیوانوں سا بہکا بہکا
ویرانے میں خاک اُڑائے جانے کیوں

☆☆☆

☆

جا کے ڈوبے ہے کنارے گر بچے طوفان سے
زندگی کی ناؤ، گر محروم ہو ایمان سے

حق کے آئینے میں عریاں سی کھڑی ہے زندگی
حادثے ہوتے ہی رہتے ہیں، کسی عنوان سے

آج کا انسان، ہم سایہ ہوا ابلیس کا
ہر قدم رکھتا بدی پر پوچھ کر شیطان سے

لے چلو جنت میں چاہے' چاہے دوزخ بھیج دو
ہم مقلّد ہیں تمہارے' دَھرم سے ایمان سے

دوست بن کر تم ملو یا دشمنوں کے بھیس میں
معتبر ہیں دونوں رشتے دل جگر سے' جان سے

ہر عمل میں زندگی کے ہے نمایاں اک تضاد
بھیک سے عزت گھٹے بیشک بڑھے وہ دان سے

مت سجاؤ محفلیں مانگے اُجالوں سے عظیمؔ
'چار دن کی چاندنی' ہوتی ہے جھوٹی شان سے

☆☆☆

☆

گھٹن سی ہے، فضا، ڈھک سی گئی ہے
محبت کی ہوا تھک سی گئی ہے

کریں اب گفتگو خنجر سے، آؤ
زباں، تکرار کر رُک سی گئی ہے

چلو، تلوار لے لو! کاٹ لائیں
کہ فصل انسان کی، پک سی گئی ہے

نہ سوچی پر کبھی جو بات اُس نے
جگر میں میرے ناوک سی گئی ہے

یُگوں سے پیار ڈھونڈے ہے، محبت
یہ چاہت دھول میں ڈھک سی گئی ہے

سنا، ہولی کے سنگ پھر عید آئی
اُدھر سینے میں پھر دھک سی گئی ہے

نئی فکروں کا حامل ذہن میرا
زباں میری مگر، تھک سی گئی ہے

☆☆☆

☆

اکثر ' ساری رات ہوئی ہے
خود سے میری بات ہوئی ہے

بھیگ گئے ' دونوں کے دامن
بن بادل برسات ہوئی ہے

لانبی پلکوں کے پیچھے سے
دل پر گہری گھات ہوئی ہے

کوہِ تجربات سے پھوٹتا شعری چشمہ

رفعت سروش

جب چشمہ پہاڑی کے دامن سے پھوٹتا ہے تو وہ کبھی اُچھل کود کرتا ہے کبھی پہاڑی کے دامن میں چھپ کر ماحول سے آنکھ مچولی کھیلتا ہے اور اپنی شرارتوں سے کسی کو پریشان کرتا ہے' کبھی کسی کو بے انتہا خوش کرتا ہے۔ لیکن یہی چشمہ جب اپنی ابتدائی شکل تبدیل کر کے ایک دریا کا روپ اختیار کر لیتا ہے تو اس کی رفتار میں استقامت اور اعتماد بھر جاتا ہے۔

عظیم ملک نے اپنی ابتدائی زندگی میں شاعری نہیں کی' وہ اس طرف اس وقت راغب ہوئے جب زندگی کا ایک حصہ گزار چکے تھے اور اُن کے خیالات میں ٹھہراؤ اور توازن آ گیا تھا۔ چنانچہ اُن کی شاعری میں سنجیدگی ہے اور زندگی کے گوناگوں تجربوں کا عکس ہے۔ تجربات اُن کی شاعری کی بنیادی خصوصیات ہیں نہ کہ کھلنڈرا پن۔ وہ اپنی ایک رفتار اور سمت پانے کے بعد اس میدان میں آئے ہیں ؎

نہیں پرواہ منزل کی نہ ہی سمت سفر کی ہے
میں چلتا جا رہا ہوں' میں کہیں ٹھہرا نہیں ہوں

☆

سوچتے رہنا' میں بکھر جاؤں۔ دیکھنا' خود کو میں سنبھالوں گا

☆

مرے ہر وار سے بچتا ہے دشمن۔ وہ اپنے گھر بدلتا جا رہا ہے

☆

میں مل کر بات کرنا چاہتا ہوں
نکالو تو کبھی تھوڑی سی فرصت

اس طرح کے اشعار' زندگی کے متعلق اُن کے رویے کا اظہار ہیں اور اُن کے تجرباتی زندگی کا عکس بھی۔ اُن کی سنجیدہ مزاجی کا پرتو ہیں ؎

شہر میں آ کر، کچھ دن میں ہی
اونچی اُس کی ذات ہوئی ہے

میری، تیری، اِس کی، اُس کی
اپنوں سے ہی مات ہوئی ہے

آنکھیں روئی سی لگتی ہیں
گھر میں کچھ تو بات ہوئی ہے

نیند سے بوجھل ہیں یہ پلکیں
چلئے گھر کو رات ہوئی ہے

☆☆☆

☆

میرے خوابوں میں کھو گیا ہوتا
کاش! کچھ پل، وہ سو لیا ہوتا

پیار میں نے تمہیں دیا ہوتا
گر کہیں سے مجھے ملا ہوتا

تم کو راحت، سکون دیتا میں
درد تم نے اگر دیا ہوتا

بھیڑ سے میں اگر نکل آتا
تیری آنکھوں میں کھو گیا ہوتا

ٹھہرا ٹھہرا ہے زیست کا منظر
تم جو آتے، بدل گیا ہوتا

رات گر خواب میں نہ ہوتے تم
اپنے سائے سے ڈر گیا ہوتا

گر نہ امید وصل کی ہوتی
میں تو مٹی میں مل چکا ہوتا

تم نہ ہوتے اگر خیالوں میں
میں کسی کا بھی ہو گیا ہوتا

مل ہی جاتا سکوں، جنوں کو ترے
میں اگر خون رو گیا ہوتا

داغ لگتا نہ تیرے دامن پر
تو اگر میرا ہو گیا ہوتا

ہے سبھی کچھ اُسی کے ہونے سے
کچھ نہ ہوتا، مگر خدا ہوتا

منفرد ہوں سخن میں شکراللہ!
بھیڑ میں ورنہ کھو گیا ہوتا

☆☆☆

☆

در سے اسکے میں اُٹھا پیار کا صدقہ لے کر
نعمتیں زخم کی ناسور کا تحفہ لے کر

مِرا مذاق اُڑاتا ہے روز محفل میں
وہ رقیبوں کی نگاہوں سے اشارہ لے کر

ویسے تو ملتا ہے ہر روز بلا ناغہ وہ
جب بھی ملتا ہے کسی اور کا چہرا لے کر

رو پڑا وہ مرے دروازے پہ آ کر کل شب
بے وفا' میری وفاؤں کا تقاضہ لے کر

پہلے جیسا کہاں برتاؤ رہا اب اُس کا
اب بھی ملتا ہے، مگر غیر سا جذبہ لے کر

ہر ایک شام ٹہلتا ہے میرے ساتھ مگر
نہ چھو سکوں میں اُسے فاصلہ اِتنا لے کر

☆☆☆

ساقی

کبھی، انگور کا جایا ہے ساقی
کبھی اک حور کا سایا ہے ساقی

للک تھی نیم عریاں دیکھنے کی
لپٹ کمخاب میں آیا ہے ساقی

دھڑکتے دل کی موسیقی پہ دیکھو
ادا سے کیسے لہرایا ہے ساقی

مری نظروں کے ہر اک زاویے پر
نکل کر حد سے بل کھایا ہے ساقی

مجھے آنکھوں سے پینے کی ہے عادت
صراحی جام کیوں لایا ہے ساقی

ذرا سی دیر دم لینے دو اُس کو
جوانی ڈھو کے خود لایا ہے ساقی

ہے اُس کے گرد گھیرا مئے کشوں کا
تبھی تو آج اِترایا ہے ساقی

اُسی کے نام کا چرچا ہے ہر سو
کہ میخانے پہ بس چھایا ہے ساقی

☆☆☆

☆

معملہ ذاتی تماشہ بن گیا
ایک قطرہ اشک دریا بن گیا

لے کے اپنے سر بَلائے ناگہاں
جان کا میری وہ صدقہ بن گیا

آگ، مٹی، آسماں، پانی، ہوا
سب ہوئے یکجا، سراپا بن گیا

THIS EBOOK IS DOWNLOADED FROM
SHAAHISHAYARI.COM

LARGEST COLLECTION OF URDU
SHERS, GHAZALS, NAZMS AND EBOOKS.

نین کے ترکش سے چھوٹا تیر جو
زخم دل پر ایک چھالا بن گیا

ہے ہنر یہ آدمی کا ہی عظیم
اینٹ پتھر، گھر خدا کا بن گیا

وہ سراپا آرزو تھا اے عظیم
جب چھوا اُس کو تمنا بن گیا

بہتے بہتے پیار کا جھرنا عظیم
رنج و غم کا ایک دریا بن گیا

اُس کے میرے پیار کا قصہ عظیم
حادثہ تھا اِک، تماشہ بن گیا

☆☆☆

نیا نگر ہے لوگ نئے ہیں، ہے سارا ماحول نیا
الگ الگ ہر اک سے مل کر الگ الگ پہچان کریں

ظاہر ہے اس طرح کا پختہ شعر جو زندگی کے بارے میں حقیقت پسندانہ رویے کا عکاس ہے، عمر اور تجربے کی پختگی کے بعد ہی کہا جا سکتا ہے۔ عظیم ملک ایک عملی زندگی گزار رہے ہیں اور حقائقِ زندگی کو اپنی شاعری کے پیکر میں ڈھالتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ؎

ہتھیار ڈال دیں گی زمانے کی گردشیں
خود بزدلی کی سطح سے اُٹھ کر تو دیکھئے

اُن کے یہاں خیالی پیکر نہیں ہیں۔ زندگی نے انہیں جو کچھ تجربوں کی شکل میں دیا ہے وہی وہ اشعار کی شکل میں لوٹا رہے ہیں۔ اُن کے یہاں جذباتی اُبال کی شاعری نہیں ہے، خواہ مخواہ خیال کی پرواز بھی نہیں۔ اُن کے کلام سے لطف اندوز ہونے کے لئے زندگی کی کھردری سچائیوں کو سمجھنا پڑتا ہے، اگر وہ اپنی سنجیدہ روش پر استقامت سے چلتے رہے تو وہ اپنے تخلیقی ذہن اور تجربات کے ارتباط سے ایسے اشعار بھی غزل کو دے سکتے ہیں جو ضرب المثل بن سکیں۔

یہ آگ تم نے لگائی یقین ہے مجھ کو
جلا رقیب کا دامن دھواں چمن سے اُٹھا

کتنے اشارے اور کنائے چھپے ہوئے ہیں اس شعر میں۔ عظیم ملک کی شاعری انہیں کنایوں سے عبارت ہے۔ اس سے لطف لینے کے لئے اُن کے ذہن کی پہنائیوں میں اُترنے کی ضرورت ہے۔

رفعت سروشؔ
نوئیڈا ۔ ۱۵؍ اپریل ۲۰۰۷ء

☆

محبت پیار اور الفت مِری فطرت میں شامل ہے
لٹاؤں میں یہی دولت مِری فطرت میں شامل ہے

ملی ہر موڑ پر مجھ کو رقیبوں سے پذیرائی
مگر اُن سے دلی نفرت مِری فطرت میں شامل ہے

اُتر آتے ہیں ڈورے سرخ اُن کی آنکھ میں' پڑھ کر
میں لکھتا ہوں لہو سے خط مِری فطرت میں شامل ہے

نظر دُزدیدہ تھی اُن کی میں قتلِ عام کر بیٹھا
کروں رائی کا میں پربت مری فطرت میں شامل ہے

ستاؤں میں اُسے وہ تلملائے بھینچ کر لب کو
ملے مجھ کو بڑی راحت مری فطرت میں شامل ہے

میں آنکھیں بند کر کے دیکھتا ہوں روز آیئنہ
کہ اپنے آپ سے نفرت مری فطرت میں شامل ہے

در و دیوار صحرا میں، تلاشوں دشت میں مسکن
کروں میں آسماں کو چھت مری فطرت میں شامل ہے

☆☆☆

☆

آپ کا مجھ سے جو رشتہ ہے' وہ رشتہ کیا ہے
ایک مداح کا شاعر سے' تقاضا کیا ہے

پیار ہے 'عشق ہے 'چاہت ہے محبت یا خلوص
آپکے دل میں جو پوشیدہ ہے جذبہ 'کیا ہے

آپ کہتے ہیں کہ ہیں آپ کھلی ایک کتاب
میں ہوں ان پڑھ نہیں پڑھ پایا کہ لکھا کیا ہے

روشنی کا میں کیا کرتا ہوں ہر روز طواف
کبھی سوچا نہ بیابان کا رقبہ کیا ہے

وقت لکھتا رہا دیوار پہ میری قسمت
زندگی تُو یہ بتا' فیصلہ تیرا کیا ہے

موڑ پر موڑ مڑے' راہ نے رستے بدلے
فاصلہ پھر بھی سمجھ میں نہیں آیا کیا ہے

کیوں کلام آپکا سُن کے ہوئے دیوانے سب
آپ کے لہجۂ گفتار میں ایسا کیا ہے

نہ کر ملال' اُنہیں دیکھ سنگ رقیبوں کے
"مدعی لاکھ بُرا چاہے تو ہوتا کیا ہے"

☆☆☆

☆

دھوپ چھاؤں میں پلتے پلتے
رستے تھک گئے چلتے چلتے

ایک بشر' حیوان بن گیا
انسانوں میں پلتے پلتے

یاد ستانے آ جائے گی
شام کا سورج ڈھلتے ڈھلتے

لکڑی ہیرا بن جاتی ہے
صدیوں خاک میں جلتے جلتے

شوخ کا آنچل اُلجھ گیا ہے
پھر سینے سے ڈھلتے ڈھلتے

لوٹا پھر سرکار کے در سے
وہ ہاتھوں کو ملتے ملتے

درد کا وقت عظیمؔ کبھی تو
ٹل جائے گا، ٹلتے ٹلتے

☆☆☆

ملو، کاش پھر تم......!

فضا میں سحر تھا ہواؤں میں جادو
نہ تھا ضبط دل پر نہ سانسوں پہ قابو
گھلی سانس میں تھی تمہاری ہی خوشبو
تمہارا ہی جلوہ تھا ہر سمت ہر سو
ملے جب تھے ہم تم ......!
نہ خواب ہم نے دیکھے نہ سپنے سجائے
بنا سوچے سمجھے بنا پل بتائے
کہ معصوم جذبوں کو سچی خوشی دی
محبت کو ہم دونوں نے زندگی دی
ملے جب تھے ہم تم ......!

بنا عکس میں، تم بنے میرے سائے
کہ ہم ہو گئے ایک، خود میں سمائے
بکھر کر زمیں آسماں بن گئے ہم
محبت کا سارا جہاں بن گئے ہم
ملے جب تھے ہم تم ......!
اچانک ہی اک دن نہ جانے ہوا کیا
کہ رشتوں پہ چھانے لگا اک دھواں سا
ہر اک سوچ پہ اب انا چھا گئی تھی
کہ معصومیت کو سمجھ آ گئی تھی
ملے جب تھے ہم تم ......!
محبت کی رفتار طوفان سی تھی
تو نفرت کی یلغار بھی کچھ وہی تھی
کہ چاہت میں خود سے خفا ہو گئے ہم
الگ ہو گئے ہم جدا ہو گئے ہم
جدا ہو گئے ہم ......!

جدائی کے لمحے بھی پل بن کے بیتے
مگر ایک پل، اک صدی بن گیا ہے
چلے آؤ پھر اپنے گھر کو سجائیں
محبت میں دنیا جہاں بھول جائیں
جدا کیوں ہوئے ہم ......!

ملا ہوگا تم کو وہ خط جو لکھا ہے
نہ ہے اس میں شکوہ نہ کوئی گلہ ہے
نہ ہے ذکر اس میں کوئی بے رخی کا
ہر اک لفظ معنی ہے بس بے بسی کا
جدا کیوں ہوئے ہم ......!

محبت میں مَیں کاش بے لوث ہوتا
تو رشتوں کی اُلجھن سے بے خوف ہوتا
سوالوں، جوابوں میں بے غرض ہوتا
تو راہِ وفا میں، مَیں خود غرض ہوتا
جدا کیوں ہوئے ہم ......!

نہ اب عقل کو دام دیں گے قسم ہے
سمجھ سے نہ پھر کام لیں گے قسم ہے
محبت میں معصوم بن کے رہیں گے
جیئں پیار میں' پیار میں ہی مریں گے
ملو' کاش پھر تم ......!

انا کو رفاقت سے میں سینچ دیتا
تمہیں اپنے آغوش میں بھینچ لیتا
جو لکھا ہے خط میں وہ کہتا زبانی
مرے پیار! کہتا میں سب کچھ زبانی
ملو' کاش پھر تم ......!

☆☆☆